الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعۃ المبارک ۱۵ دسمبر ۱۹۹۵ء شمارہ ۵۰

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالیٰ کے بے شمار نشان میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

"ہمارے مخالفوں کی حالت ایسی ہے جس سے سلب ایمان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ وہ نیک کو برا اور مامور من اللہ کو کذاب سمجھتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اور اب یہ صاف امر ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مامور اور مسیح موعود کے نام سے دنیا میں بھیجا ہے۔ جو لوگ میری مخالفت کرنے والے ہیں وہ میری نہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک میں نے دعویٰ نہ کیا تھا بہت سے ان میں سے مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوٹا لے کر وضو کرانے کو ثواب اور فخر جانتے تھے اور بہت سے ایسے بھی تھے جو میری بیعت میں آنے کے لئے زور دیتے تھے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے نام اور اعلام سے یہ سلسلہ شروع ہوا تو وہی مخالفت کے لئے اٹھے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کی ذاتی عداوت میرے ساتھ نہ تھی بلکہ عداوت ان کو خدا تعالیٰ سے ہی تھی۔ اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کو سچا تعلق تھا تو ان کی دینداری اور اتقاء اور خدا ترسی کا تقاضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ سب سے اول وہ میرے اس اعلان پر لبیک کہتے اور سجدات شکر کرتے ہوئے میرے ساتھ مصافحہ کرتے۔ مگر نہیں وہ اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے مخالفت کو یہاں تک پہنچایا کہ مجھے کافر کہا اور بے دین کہا، دجال کہا۔ افسوس! ان احمقوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے "قل انی امرت و انا اول المومنین" اور "انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی" کی آوازیں سنتا ہو وہ ان کی بدگوئی اور گالیوں کی کیا پروا کر سکتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کفر اور ایمان کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور خدا تعالیٰ میرے مومن اور مامور ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر ان بیہودگیوں کی مجھے پروا کیا ہو سکتی ہے؟

غرض ان باتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ لوگ میرے مخالف نہ تھے بلکہ خدا تعالیٰ کی باتوں کی انہوں نے مخالفت کی اور یہی وجہ ہے جس سے مامور من اللہ کے مخالفوں کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ میرے مخالف خدا تعالیٰ سے مخالفت کر رہے ہیں۔ میں اگر روشنی کی طرف آ رہا ہوں اور یہ یقینی امر ہے کہ میں روشنی کی طرف آتا ہوں، کیونکہ خدا تعالیٰ کے بے شمار نشان میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں، بارش کی طرح یہ نشان آسمان سے اتر رہے ہیں تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ میرے مخالف تاریکی کی طرف جاتے ہیں۔ روشنی اور نور روح القدس کو لاتا ہے اور تاریکی شیطان کی قربت پیدا کرتی ہے اور اس طرح پر ولی کی مخالفت سلب ایمان کر دیتی ہے اور بئس القرین سے جا ملاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول (طبع جدید) صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو نور کا رنگ رکھتا ہے

(خلاصہ خطبہ ۸ دسمبر ۱۹۹۵ء)

لندن (۸ دسمبر) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے گزشتہ خطبات کے مضمون کے تسلسل میں صفت الٰہی "نور" ہی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت فرمائی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اگر نور کا لفظ سمجھنا ہے تو سیرت طیبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھو۔ آپؐ کی سیرت کا ہر پہلو نور کا رنگ رکھتا ہے اور صفات حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کو اپنی ذات میں جاری کرنے اور انہیں اپنے سینے سے لگانے سے ہی کسی کا وجود روشن ہو سکتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے حوالہ سے بتایا کہ آپؑ نے اپنے دل کو حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ کے نور سے رنگین کیا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

حضور نے ان اشعار کے پر معرفت معانی کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ درود کا تعلق احسانات سے ہے۔ جو محسن ہو اس پر درود پڑھا جاتا ہے کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کے وسیلے سے اس نور سے حصہ پاکر آپؑ نے خدا کو پایا اسلئے بے اختیار دل سے آپؐ کے لئے دعا نکلی ہے کہ اس وجود نے مجھے خدا سے ملا دیا۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۹۵ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز جمعہ حسب معمول مسجد فضل لندن میں پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد حضور انور مختصر دورہ پر ہارٹلے پول تشریف لے گئے جو شمالی انگلستان میں ہے۔ یہ شہر جماعت احمدیہ میں اس وجہ سے خاص طور پر مشہور ہے کہ یہاں کی جماعت کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے برطانوی نژاد احمدی مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر مشتمل ہے۔ ہارٹلے پول میں مختصر قیام کے بعد حضور انور ۲۶ نومبر اتوار کی رات کو خیریت سے واپس لندن تشریف لے آئے۔ کان اللہ معہ و ایدہ بنصرہ العزیز۔

ہفتہ ۲۵ نومبر ۱۹۹۵ء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر آج بچوں کی کلاس خاکسار نے لی۔ آج کی کلاس میں بچوں کو جماعت احمدیہ کی مختلف تنظیموں کے بارہ میں بتایا گیا، نیز ان تنظیموں کی طرف سے مرکز سے شائع ہونے والے رسائل اور اخبار الفضل ربوہ کا تعارف کرایا۔ اسکے علاوہ یہاں لندن سے شائع ہونے والے اخبار الفضل انٹرنیشنل اور دوسرے رسائل کے متعلق بھی بتایا اور یہ سب رسائل و اخبارات بچوں کو دکھائے بھی گئے۔ نیز ان کے ناموں کے معانی بھی بتائے۔

اتوار ۲۶ نومبر ۱۹۹۵ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ۱۷ نومبر ۱۹۹۵ء والا خطبہ جمعہ بطور پروگرام "ملاقات" دکھایا گیا۔

سوموار ۲۷ نومبر ۱۹۹۵ء

پروگرام کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج ہومیو پیتھی کلاس نمبر ۱۲۶ لی۔ آپ نے فوٹو فوبیا کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا کہ سندھ کے علاقہ میں ایک سانپ پایا جاتا ہے جسے روشنی بالکل برداشت نہیں اور اس وجہ سے وہ دن کو اندھیرے سوراخوں میں اپنا سر ڈالے رکھتا ہے اور باقی جسم باہر ہوتا ہے جس سے بچے کھیلتے رہتے ہیں کیونکہ وہ روشنی کی وجہ سے سر باہر نہیں نکال سکتا لیکن رات کو یہی سانپ بہت خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ انسان کے ساتھ لپٹ جاتا ہے اور اس کے منہ میں اپنا زہر ڈال دیتا ہے۔ حضور نے دلچسپی رکھنے والے احمدی احباب کو تلقین فرمائی کہ وہ اس سانپ کے زہر سے اسکی دوا تیار کریں۔

منگل ۲۸ نومبر ۱۹۹۵ء

آج ہومیو پیتھی کلاس نمبر ۱۲۷ منعقد ہوئی۔

بدھ و جمعرات ۲۹ و ۳۰ نومبر ۱۹۹۵ء

حسب پروگرام ان دو دنوں میں ترجمۃ القرآن کلاسز نمبر ۹۹ و ۱۰۰ منعقد ہوئیں جن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے علی الترتیب سورۃ الانفال کی آیات ۳۰ تا ۴۵ اور آیات ۴۶ تا ۵۸ کا آسان فہم ترجمہ اور ضروری مقامات کی تفسیر بیان فرمائی۔

جمعۃ المبارک یکم دسمبر ۱۹۹۵ء

آج حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ اردو زبان میں سوال و جواب کی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

★ کیا سیرۃ النبیؐ کے جلسوں میں کوئی معین نظم مثلاً "علیک الصلوٰۃ علیک السلام" کا پڑھنا ضروری ہے اور کیا یہ نعت پڑھتے ہوئے سب حاضرین کا، نعت کا آخری حصہ ساتھ ساتھ دہرانا درست ہے؟

★ سورۃ "الطلاق" میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے اور اسکے عدد کے مطابق زمینیں بھی پیدا کیں۔ سات زمینوں سے کیا مراد ہے؟

★ حکومت پاکستان کا دیوالیہ نکل چکا ہے۔ آبادی بڑھ رہی ہے اور آمد کم ہو رہی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا اسبارہ میں تبصرہ؟

★ پاکستان میں آجکل تجویز ہے کہ جمعہ کی چھٹی کو بند کر کے پھر سے اتوار کی چھٹی شروع کر دی جائے۔ حضور انور کا اس بارہ میں تبصرہ؟

★ خوشی غمی کے موقعہ پر، اس دنیا میں عزیز و اقارب اکٹھے ہوتے ہیں، کیا ایسے ہی جب کوئی فوت ہوتا ہے تو اگلے جہان میں بھی اس کے عزیز و اقارب اسکے وہاں آنے پر اکٹھے ہوتے ہیں؟

★ ایک غیر از جماعت دوست کی طرف سے سوال کہ ربوہ میں بہشتی مقبرہ اور عام قبرستان الگ الگ کیوں بنائے گئے ہیں۔ اور بہشتی مقبرہ کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا تصور کیا ہے؟

★ سورۃ "زخرف" میں ہے "و انہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا" یہاں ساعت سے کیا مراد ہے اور کیا ہمیں پتہ لگ سکتا ہے کہ یہ "الساعۃ" کب آئے گی؟

★ چودھری رحمت علی صاحب نے پاکستان کا نام تجویز کیا تھا، وہ کیمبرج میں دفن ہیں۔ آجکل انکی نعش پاکستان لے جائے جانے کی تجویز ہو رہی ہے۔ حضور کا اس بارہ میں کیا خیال ہے؟

(ع۔م۔ر)

اداریہ

تغیّر ہو رہا ہے آسماں میں

آج سے قریباً ڈیڑھ سو سال پہلے عیسائیت اسلام پر بڑے زور سے حملہ آور تھی۔ لاکھوں مسلمان جن میں بڑے بڑے علماء، پیر فقیر اور سجادہ نشین بھی شامل تھے ارتداد اختیار کر کے عیسائی ہو رہے تھے۔ اور بقول برصغیر پاک و ہند کے ایک ممتاز ادیب اور مشہور مذہبی و قومی رہنما مولانا ابوالکلام آزاد کے "حملوں کی امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفانی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں" عیسائی منادا اعلان کر رہے تھے کہ ہم نے مشرق سے مغرب تک صلیب گاڑ دی ہے اور بعض آوازیں تو یہاں تک بلند ہو رہی تھیں کہ افریقہ سے چلیں گے اور مکہ تک پہنچیں گے اور اس وقت تک چین نہیں لیں گے جب تک صلیب کا جھنڈا مسجد حرام پر نہ گاڑ دیں۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرنے کی غرض سے اس عظیم وجود کو کھڑا کیا جس کی خبر پہلے سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دی تھی کہ اس کی ہمت اور دعا اور قوت بیان اور تاثیر کلام اور انفاس کا فرکش سے یہ فتنہ فرو ہوگا۔ "وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا" چنانچہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام قلمی اسلحہ سے لیس ہو کر میدان میں اترے اور عیسائیت پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ "عیسائیت کا دھواں طلسم ہو کر اڑنے لگا" آپ نے اعلان فرمایا کہ:

"سنت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت توڑنے کے لئے مامور ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسر شان ہے۔ یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں سے فرو کیا جائے"۔۔ (انجام آتھم)

"میں صلیب کے توڑنے ..... کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں اور بائیں تھے۔ جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے۔ اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں"۔۔ (فتح اسلام)

چنانچہ آپ نے عیسائیت کے باطل عقائد کے خلاف جہاد شروع کیا جو صرف ہندوستان ہی میں نہیں رہا بلکہ تمام دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ اور آج تک پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائیت روبہ انحطاط ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ:

"عیسائیوں کا موجودہ دین و مذہب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہے جو حق کے طالب کو اس سے کچھ تسلی مل سکے۔ اگر تعلیم کی طرف دیکھیں تو وہ ناقص ہے اور اگر ان نشانوں کو دیکھیں جو انجیل میں سچے مسیحی کی علامت ٹھہرائے گئے ہیں تو کسی عیسائی میں ان کا پتہ نہیں ملتا۔ اور اگر مسیح کے کام دیکھیں تو بجز قصوں کہانیوں کے رویت کے طور پر کسی کا ثبوت نہیں۔ اور اگر ان پیش گوئیوں کو غور سے پڑھیں جن کے رو سے مسیح کا خدا ہونا سمجھا جاتا ہے تو کوئی بھی ایسی پیش گوئی نہیں جس سے یہ مدعا ثابت ہو سکے"۔۔ (تریاق القلوب)

چنانچہ آپ نے یہ بھی خبر دی کہ:

"میں خدا تعالیٰ کی تائیدوں اور نصرتوں کو دیکھ رہا ہوں جو وہ اسلام کے لئے ظاہر کر رہا ہے اور میں اس نظارہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو موت کا اس صلیبی مذہب پر آنے کو ہے"۔۔ (ملفوظات جلد ۸ صہ ۱۳۶)

نصرت اسلام اور صلیبی مذہب کی موت کے جو نظارے خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے تھے ان کے نقوش بہت نمایاں ہو کر اب ساری دنیا کو دکھائی دینے لگے ہیں۔ عیسائی دنیا عملاً عیسائیت سے اور عیسائی عقائد اور مذہبی تعلیمات و رسومات سے دور جا پڑی ہے۔ چرچ ویران ہو رہے ہیں اور عیسائی مذہبی لیڈر سخت سراسیمہ و پریشان ہیں۔ نئے نئے چرچ اور نئے نئے Cults وجود میں آ رہے ہیں کہ کسی طرح عیسائیت میں جان ڈالی جائے۔ اس قسم کے بیانات اخبارات اور ٹی وی میں اکثر آتے رہتے ہیں۔ گزشتہ دنوں یہاں بی بی سی ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں جس میں بعض عیسائی چرچوں اور عیسائی Cults کے نمائندگان بھی شامل تھے جب پروگرام پیش کرنے والی خاتون نے ان سے پوچھا کہ پہلے سے موجود چرچوں کے ہوتے ہوئے مزید چرچ اور Cults کی کیا ضرورت ہے تو انہوں نے کہا کہ دراصل موجودہ عیسائی چرچ اس دور کے بدلتے ہوئے حالات میں اس روحانی خلا کو پورا نہیں کرتے جس میں آج کا عیسائی مبتلا ہے۔ اس لئے ہم چرچ کے روایتی انداز سے ہٹ کر ایسے نئے طریق تلاش کرنے کی سعی کر رہے ہیں جس سے عیسائیوں میں روحانیت کے فقدان کو دور کیا جا سکے اور انہیں روحانی تسکین پہنچائی جا سکے۔ پھر چرچ کے بہت سے ایسے عقائد ہیں جو آج قابل عمل نہیں ہیں اس وجہ سے لوگ عیسائیت سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک کٹر کیتھولک ملک آئرلینڈ میں طلاق پر پابندی کے متعلق ریفرنڈم کے نتائج نے بھی ثابت کیا ہے کہ لوگ چرچ اور عیسائیت سے دور ہٹ رہے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا تھا ۔

قَدْ جَآءَ یَوْمُ اللّٰہِ فالیوم ربّنا
یُدَقِّقُ اَجْزَاءَ الصَّلِیْبِ وَ یَکْسِرُ

کہ یقیناً اب خدائی جنگوں کا دور آ گیا ہے۔ پس آج ہمارا رب صلیب کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"اس مذہب کی بنیاد محض لعنتی لکڑی پر ہے جس کو دیمک کھا چکی ہے اور یہ بوسیدہ لکڑی اسلام کے زبردست دلائل کے سامنے اب ٹھہر نہیں سکتی۔ اس عمارت کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ اب وقت آتا ہے کہ یکدم یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف توجہ ہوگی۔ اور وہ اس مردہ پرستی کے مذہب سے بیزار ہو کر حقیقی مذہب اسلام کو اپنی نجات کا ذریعہ یقین کریں گے"۔

(ملفوظات جلد ۸ صہ ۱۳۶)

آپ کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے نمایاں آثار مغرب کے افق پر دکھائی دے رہے ہیں۔ عیسائی کہلانے والے اپنے مذہب سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ پورے زور اور قوت کے ساتھ انہیں دعوت اسلام دی جائے کہ یہی سچی پاکیزگی اور حقیقی روحانیت کا سرچشمہ ہے اور یہی ایک زندہ مذہب ہے جو ڈھونڈنے والوں کو زندہ نشانوں سے اطمینان بخشتا ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کی تعلیمات ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک اور ہر کجی سے محفوظ اور غیر مبدل اور دائمی ہیں۔

جھگڑے ہے پھول پھول لڑے ہے کلی کلی
ہوتا ہے ان دنوں یہ تماشا گلی گلی
آیت کی طرح یاد ہے حفاظ شہر کو
چہرہ وہ بھولا بھالا وہ باتیں بھلی بھلی
یادش بخیر کتنی حسیں غم کی رات تھی
یہ دو گھڑی کی بات تھی جب تک چلی چلی
بارش ہوئی تو اور بھی جلنے لگے بدن
جو روح تھی پکار اٹھی میں جلی جلی
چہروں کے زرد چاند پڑے ہیں زمین پر
مٹی میں مل رہا ہے یہ سونا ڈلی ڈلی
لیٹے ہوئے ہیں کبر کے سائے زمین پر
دوپہر بھی ہو ظلم کی جیسے ڈھلی ڈھلی
وہ بےنیاز چاہے تو ساری انڈھیل دے
یوں جوڑنے کو جوڑے ہے بندہ پلی پلی
سر پہ خیال یار کی چادر کو تان کر
چرچا کیا ہے یار کا گھر گھر گلی گلی
مقتل میں تیغ تیغ ہمیں نے اذان دی
ہم نے ہی دار دار پکارا علی علی
کیا چاند رات کا اسے مطلق پتہ نہ تھا
اس نے جو اپنی مانگ میں یہ چاندنی ملی
کرتے رہے "جھروکہ درشن" سے گفتگو
پرجا کے پاس چل کے نہ آئے مہا بلی
خوددار۔ غم شناس۔ خطاکار۔ بےہنر
سب جانتے ہیں آپ کو مضطر گلی گلی

(محمد علی)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تعلق بھی حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ سے قائم کیا جائے وہ نور سے تعلق ہے اور نور سے ایسا تعلق ہے جس کے چھٹنے اور الگ ہونے کا پھر کوئی تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا جو صحیح بخاری کتاب الدعا باب اذا انتبہ باللیل میں مروی ہے کے حوالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان اور انکسار کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت فرمائی۔ اسی طرح ایک اور حدیث جس میں حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا، کی وضاحت فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ اول سے لے کر آخر تک تمام صفات جو کائنات کو عطا کی گئی ہیں ان کا ذرہ ذرہ اس بات کے پیش نظر تھا کہ وہ وجود پیدا ہوگا جس نے بالآخر مجھ سے ملنا ہے اور وہ وجود پیدا ہوگا جس کے لوٹنے سے گویا ساری کائنات خدا کی طرف لوٹ گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ہمیں اس نور کی طرف سفر کرنے کا حکم ملا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ وہ نور جس نے ہر چیز پیدا کی ہے اگر وہ لامحدود ہے تو اس کی مخلوقات میں بھی لامحدودیت کے جلوے نظر آئیں گے۔ چھوٹے سے چھوٹے ذرہ میں بھی خدا تعالیٰ نے بےانتہا خواص رکھے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر کرنا ہوگا۔ آپؐ کو معبود اور مقصود بنا کر نہیں بلکہ معبود اور مقصود کی طرف لے جانے والا سمجھتے ہوئے۔ آنحضرتؐ کی سمت سفر دراصل خدا کو پانے کے لئے ہے اور جتنا آپ اس سمت میں قدم آگے بڑھاتے ہیں اتنا ہی آپ کو خدا ملتا جاتا ہے اور جب ملتا ہے تو پھر بےساختہ دل سے یہ دعا اٹھتی ہے کہ مصطفیٰ پر ترا بےحد ہو سلام اور رحمت اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے۔

جناب میاں طفیل محمد صاحب کا انٹرویو

تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی افسوس ناک سازش

فکر مودودی، پاکستان دشمنی، سیاسی اقتدار اور اسلام سے بے وفائی کا نام ہے

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت ۔ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(دوست محمد شاہد)

جس طرح کوفہ کی نواحی بستی حروراء اور خوارج لازم و ملزوم ہیں۔ لبنان کے "قلعہ الاموات" کے ذکر سے حسن بن صباح اور اس کی دہشت پسند فدائی تنظیم کا نام خود بخود زبانوں پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح "منصورہ پلان" کے تصور سے جو شخصیت اجاگر ہوتی ہے وہ میاں طفیل محمد صاحب ہیں جو ۱۹۱۴ء میں کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں لاء کالج سے بی اے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا جس کے بعد کپورتھلہ میں وکالت شروع کر دی۔ وکالت میں ناکام ہوئے تو ٹھیکیدار بن گئے۔ پھر نواں کوٹ لاہور سے لوہے کے کیل کانٹے کی ورکشاپ کھولی۔ سخت خسارہ کے بعد یہ کاروبار بھی ٹھپ ہو گیا۔ آپ جماعت اسلامی کے بانی ارکان میں سے ہیں جو قیام جماعت (۲۵، ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء) ہی سے تحریک سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی امارت سے سبکدوش ہوئے تو جماعت کے امیر مقرر کئے گئے۔ پندرہ سال بعد ۶ نومبر ۱۹۸۷ء کو نئے منتخب امیر قاضی حسین احمد صاحب کے لئے یہ مسند خالی کر دی اور اب منصورہ کے ادارہ سے منسلک ہیں۔ [رسالہ "قومی ڈائجسٹ" لاہور جلد ۱۰ نمبر ۶ صفحہ ۱۳۔ "تحریک اسلامی" صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳، مرتبہ خورشید احمد ناشر ادارہ چراغ راہ کراچی۔ "ترجمان القرآن" لاہور نومبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۴۳۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد دوم]۔ جماعت اسلامی کی تاریخ پر جو کتابیں تالیف کی جا رہی ہیں ان کی اصلاح و تدوین میں مشغول ہیں مگر یہ افسوس ناک المیہ ہے کہ اپنی جماعت ہی کی تاریخ مسخ کرنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور نہایت واضح ثبوت ان کا وہ تازہ انٹرویو ہے جو انہوں نے حال ہی میں جناب مودودی صاحب کی برسی کے موقع پر نعمان یاسر صاحب قریشی کو دیا ہے اور ہفت روزہ "زندگی" لاہور (شمارہ ۲۲ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۵ء) صـ ۷، ۸ پر سپرد اشاعت ہوا ہے۔ خصوصاً مودودی صاحب کی ذات شریف پر لب کشائی کرتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان کی فدائیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے حواس کھو بیٹھے ہیں۔ وجہ یہ کہ ان کا عقیدہ ہے "مولانا مودودی ... اسلام کے ہر مسئلہ میں سند تھے اور سند ہیں" (قاصد کشمیر نمبر ۱۸ ستمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۷ کالم ۲)۔ حالانکہ جماعت اسلامی کے بعض لیڈر تحقیقاتی عدالت پنجاب کے دوران یہ عدالتی بیان دے چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے معنی ہی یہی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے تمام معاملات میں "آخری سند" ہیں۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صـ ۲۳۵ مطبوعہ ۱۹۵۴ء)۔

بالفاظ دیگر جناب طفیل محمد صاحب خواہ زبان سے اظہار کریں یا نہ کریں اس تعریف کی رو سے وہ دل سے مودودی صاحب کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے ممدوح کی شان اور کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے مبالغہ آرائی، غلط بیانی اور مغالطہ آفرینی سے دریغ کر سکیں۔ چنانچہ اپنے انٹرویو میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مولانا قیام پاکستان کے مخالف تھے مولانا کا سارا لٹریچر قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔ مولانا تو یہ کہتے تھے کہ اگر پاکستان کو صحیح اسلامی ریاست بنانا ہے تو ہمیں سچے اور مخلص مسلمانوں کی ضرورت ہے۔ اس تحریک میں کمیونسٹوں، قادیانیوں، رشوت خوروں، جاگیرداروں اور خانوں کو شامل کیا تھا جو اسلام سے مخلص نہیں ہیں اور انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔

یہ الفاظ جو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گئے ہیں اس بات کا بدیہی ثبوت ہیں کہ تحریک پاکستان کے جہاد کے دوران مودودی صاحب ان کانگرسی ہندو لیڈروں، نیشنلسٹ علماء، جمیعت علماء ہند اور احراری مولویوں کی صف میں کھڑے تھے جو قائداعظم اور ان کے رفقاء نیز تحریک پاکستان کو انگریزوں کا ایجنٹ اور خود کاشتہ پودا قرار دیتے تھے اور مسلمانان ہند کی ملی جدوجہد اور ان کے قومی جسد میں چھرا گھونپ رہے تھے۔ میاں صاحب کا یہ فرمان کہ مودودی نے رسالہ "مسئلہ قومیت" اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ اول و دوم میں دو قومی نظریہ کی زبردست ترجمانی کی تھی۔ محض "عذر گناہ بدتر از گناہ" ہے کیونکہ بقول شاعر۔

یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

ادھر مسلمانان ہند نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر قرارداد پاکستان پاس کی ادھر دو قومی نظریہ کے یہ نام نہاد "پیامبر" قائداعظم، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے خلاف میدان عمل میں آ گئے اور مصری تحریک "الاخوان المسلمون" کی نقالی میں ایک نئی جماعت محض اس وجہ سے قائم کر لی کہ مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمان کہیں مطالبہ پاکستان سے متاثر نہ ہو جائیں اور اگر پاکستان قائم ہو بھی جائے تو اس جماعت کے "خدائی فوجدار" اسلام کے نام پر اس میں ایسے حالات پیدا کر دیں کہ اس کے باشندے مودودی صاحب کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیں اور انہیں مودودی اسلام کے نفاذ کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے۔

اگر تاریخ کا کوئی طالب علم ۵۴ سال پر محیط مودودی لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ کرے تو وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جائے گا کہ تاریخی حقائق کا ایک لشکر اس کے ثبوت میں صف بستہ کھڑا ہے اور مودودی صاحب کے حقیقی چہرہ پر نقاب ڈالنے والوں کو دعوت فکر دے رہا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

تفصیل کی تو یہاں گنجائش ہی نہیں مگر سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ جناب مودودی صاحب نے اپنے فکری توپ خانے اور اس کے گولہ بارود کا رخ قائداعظم اور تحریک پاکستان کی طرف جماعت اسلامی کی تشکیل سے قبل ہی کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۰ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں پاکستان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ:

"بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاست اور اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس کی بناء پر میں اس کو ناممکن سمجھتا ہوں اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جائے تو میں اس کو ایک معجزہ سمجھوں گا"۔

جناب مودودی صاحب نے اپنے اس نظریہ کی وجہ یہ بتائی کہ......

"جمہوری حکومت میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے جن کو ووٹروں کی پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے۔ اگر وہ صحیح اسلامی کیریکٹر کے عاشق نہیں ہیں۔ اگر وہ اس بے لاگ عدل اور ان بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے تو ان ووٹوں سے کبھی "مسلمان" قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آ سکتے۔ اس ذریعہ سے اقتدار تو ان ہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں تو چاہے مسلمان ہوں مگر اپنے نظریات اور طریقہ کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ ہیں کہ **ہم اس مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر کیونکہ وہ "قومی حکومت" جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہوا ہو گا۔ اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری و بے باک ہو گی جتنی غیر مسلم ہوتی ہے"**۔

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، زیر عنوان "خام خیالیاں" طبع اول صـ ۱۷ تا ۲۱)

اگلے سال اپریل ۱۹۴۱ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد ہوا جس میں مودودی صاحب کو بھی تقریر کرنے کی دعوت دی گئی۔ مگر جہاں مودودی صاحب نے بعد میں جماعت اسلامی کے اجلاس پٹنہ میں گاندھی جی کو مہمان خاص کے طور پر مدعو کیا وہاں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں قائداعظم سے ملاقات کرنے اور تقریر کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے پہلے قیم (جنرل سیکرٹری) پروفیسر قمرالدین خان کی چشم دید شہادت ہے کہ مسلم لیگ کا اجلاس مدراس قریب آ رہا تھا مودودی صاحب کو میری وساطت سے لیگ سیشن سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ راجہ صاحب محمود آباد نے ان کے اخراجات برداشت کرنے کا ذمہ لیا۔ عین وقت پر مودودی صاحب نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک انہیں مسٹر جناح کی طرف سے تحریری دستخطی دعوت نامہ موصول نہیں ہو گا وہ لیگ کے سیشن میں شامل نہیں ہونگے۔

یہ ناممکن تھا کیونکہ لیگ کے جلسوں میں شمولیت کے لئے شادی بیاہ کی طرح تحریری دعوت نامے نہیں بھیجے جایا کرتے تھے۔ بایں ہمہ میں نے کہا کہ میں فوراً دہلی جاتا ہوں اور مودودی صاحب کے لئے تحریری دعوت نامہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن **مودودی صاحب نے لیگ سیشن میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔** اور کہا کہ میں لیگ کے انبوہ میں کھوئے جانے کے لئے تیار نہیں (انہوں نے کہا کہ) میں اپنی پاکیزہ تحریک کا نام نہاد "نسلی" مسلمانوں کے ہجوم میں (جن پر لیگ کی ممبر شپ مشتمل ہے) دفن کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔

(اخبار ڈان (انگریزی) ۲۹ اگست ۱۹۷۶ء ترجمہ بحوالہ "لاہور" ۵ ستمبر ۱۹۹۲ء صـ ۵)

قیام جماعت اسلامی (اگست ۱۹۴۱ء) سے قیام پاکستان (اگست ۱۹۴۷ء) تک مودودی صاحب نے تحریک پاکستان اور پاکستانی خیال کے مسلمانوں کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ کرنے کا کوئی موقعہ فروگزاشت نہیں کیا اور اس قومی مطالبہ کو ناکام بنانے کے لئے بلا مبالغہ سینکڑوں صفحات سیاہ کر ڈالے اور جس قوت و شوکت سے انہوں نے "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے پہلے دو حصہ میں دو قومی نظریہ کی تائید کی تھی اس سے زیادہ شدومد کے ساتھ انہوں نے کتاب کے تیسرے حصہ میں اپنا پورا زور قلم دو قومی نظریہ کو پارہ پارہ کرنے اور اس کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیرنے پر صرف کر ڈالا ہے۔ کتاب کے حصہ سوم نے مخالفین پاکستان کے ہاتھوں کو مضبوط کیا اور مسلمانان ہند کے قافلہ حریت کی راہ میں بھاری رکاوٹیں حائل کر دیں۔ اس کتاب کے لفظ لفظ سے نظریہ پاکستان کے خلاف بغض و عناد کے شعلے بلند ہو رہے ہیں جس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے بخوبی لگ سکتا ہے جو "فکر مودودی" کا گویا معراج اور ان کے اینٹی پاکستان ذہن کا شاہکار ہیں۔ فرماتے ہیں:

☆ ایک حقیقی مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ٹرکی پر ترک، ایران پر ایرانی، اور افغانستان پر افغان حکمران ہیں...... مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لئے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان کے جس حصے میں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے نزدیک جو سوال سب سے اقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس "پاکستان" میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریہ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ "پاکستان" ہو گا ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی "ناپاکستان" ہو گا جیسا ملک کا وہ حصہ ہو گا جہاں آپ کی اسکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے۔ **بلکہ خدا کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، اس سے زیادہ**

مبغوض وملعون ہو گا"۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، حصہ سوم صہ ۱۲۵، ۱۲۶۔ ناشر مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، اچھرہ لاہور طبع ہفتم ۱۹۵۵ء)

☆ "نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے، نہ انگریزوں سے وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے، نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں۔ نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے"۔

(ایضاً صفحہ ۱۴۷)

☆ "ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں حاکمیت جمہور کے اصول پر خود مختار حکومت کا قیام آخر کار حاکمیت رب العالمین کے قیام میں مدد گار ہو سکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس مجوزہ پاکستان میں ہے، ویسی ہی، بلکہ عددی حیثیت سے بہت زیادہ اکثریت افغانستان، ایران، عراق، ٹرکی اور مصر میں موجود ہے اور وہاں اس کو وہ "پاکستان" حاصل ہے جس کا یہاں مطالبہ کیا جارہا ہے۔ پھر کیا وہاں مسلمانوں کی خود مختار حکومت کسی درجہ میں بھی حکومت الٰہیہ کے قیام میں مدد گار ہے یا ہوتی نظر آتی ہے؟ مدد گار ہونا تو در کنار، میں پوچھتا ہوں، کیا آپ وہاں حکومت الٰہی کی تبلیغ کر کے پھانسی یا جلا وطنی سے کم کوئی سزا پانے کی امید کر سکتے ہیں؟ اگر آپ وہاں کے حالات سے کچھ بھی واقف ہیں تو آپ اس سوال کا جواب اثبات میں دینے کی جرات نہ کر سکیں گے......جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی، ان کا گمان غلط ہے۔ **دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہو گا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔** اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے"۔

(ایضاً صفحہ ۱۷۴، ۱۷۶)

۴۶-۱۹۴۵ء کے ملکی انتخابات مطالبہ پاکستان کے سلسلہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے تھے۔ اگر مسلم لیگ ان انتخابات میں شکست کھا جاتی تو ہندوستان میں مستقل طور پر ہندو راج قائم ہو جاتا اور مسلمان شودر کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ زندگی اور موت کے اس مرحلہ پر مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کو ڈائنامیٹ کرنے کے لئے یہ فتویٰ دیا کہ:

"ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن کو صاف صاف ذہن نشین کر لیجئے۔ پیش آمدہ انتخاب یا آئندہ آنے والے اس طرح کے انتخابات کی اہمیت جو کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا کچھ بھی اثر ہماری قوم یا ہمارے ملک پر پڑتا ہو، بہر حال ایک با اصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر ہم ان اصولوں کی قربانی گوارا کر لیں جن پر ہم ایمان لائے ہیں"۔

(ترجمان القرآن، ستمبر اکتوبر ۱۹۴۵ء بحوالہ رسائل و مسائل حصہ اول صہ ۴۱۹)

اس فتویٰ کے بعد مودودی صاحب نے رسالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ میں لکھا:

"جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں خواہ کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقعہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا جس میں غیر مسلم اسی طرح برابر کے شریک ہونگے جس طرح مسلمان اور پاکستان میں ان کی تعداد اتنی کم اور ان کی نمائندگی کی طاقت اتنی کمزور نہ ہوگی کہ شریعت اسلامی کو حکومت کے قانون اور قرآن کو اس جمہوری نظام کا دستور بنایا جا سکے"۔

قیام پاکستان سے چار ماہ قبل ۱۷، ۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء کو ٹونک میں جماعت اسلامی کا اجتماع حلقہ مغربی و وسط ہند منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر ایک مسلمان نے سوال کیا کہ:

"اس وقت برطانیہ ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے سپرد کر رہا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہندوؤں کا حصہ ہندوؤں کے حوالے کیا جائے اور دوسری یہ کہ پورے ملک کی باگ ڈور اکثریت یعنی ہندوؤں کے حوالے کر دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیا تو غیر مسلم اکثریت سارے ملک پر اور مسلمانوں پر مسلط ہو جائے گی"۔

مودودی صاحب نے جواب دیا:

"**اسلام کی لڑائی اور قومی لڑائی ایک ساتھ نہیں لڑی جا سکتی۔** اگر لوگ اسلام اور اسلامی طریق کار کو اپنی خواہشات نفس کے خلاف پا کر ان کو ترک کر دینا چاہتے ہیں تو ہیر پھیر کے راستوں سے آنے کے بجائے صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اللہ اور رسول کے کام کو چھوڑیے اور ہمارے نفس کے کام میں حصہ لیجئے"۔

(روداد جماعت اسلامی حصہ پنجم صہ ۱۰۰، ۱۰۱۔ ناشر شعبہ نشرواشاعت جماعت اسلامی، منصورہ لاہور۔ طبع نہم اپریل ۱۹۹۱ء)

مملکت پاکستان معرض ظہور میں آ گئی تو مودودی صاحب ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو دارالاسلام پٹھانکوٹ سے بھاگ کر اچھرہ (لاہور) میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس زمانہ میں پورا ضلع گورداسپور فسادات کی لپیٹ میں آ چکا تھا مگر وہ پاکستان ہی کی بدولت یہاں بحفاظت پہنچے۔ مگر ان کے سینہ میں قائداعظم اور پاکستان کے خلاف جو آگ کئی سال سے لگی سلگ رہی تھی وہ یہاں آ کر شعلہ جوالہ بن گئی چنانچہ ان کے قلم سے پاکستان میں رسالہ ترجمان القرآن کا پہلا پرچہ جون ۱۹۴۸ء میں چھپا تو انہوں نے اس کے ادارتی نوٹ میں قائداعظم کی شخصیت پر شرمناک اعتراضات کئے اور انہیں "**ناکام اداکار**" قرار دیتے ہوئے مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار اور "**مجرم**" ٹھہرایا۔ چنانچہ لکھا:

"انہی کی وجہ سے ایک کروڑ مسلمانوں پر تباہی نازل ہوئی اور انہی کی وجہ سے پاکستان کی عمارت اول روز ہی سے سخت متزلزل بنیادوں پر اٹھی۔ اس قیادت کی غلطیاں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ چند سطروں میں انہیں شمار کیا جا سکے"۔

(رسالہ ترجمان القرآن جون ۴۸ء صہ ۱۲۵، ۱۲۶)

جماعت اسلامی اور اس کے بانی کی ذہنیت اس وقت بالکل بے نقاب ہو گئی جب انہوں نے اس پرچہ میں پاکستان کے سرکاری ملازموں کو حلف وفاداری سے باز رہنے کی تلقین کی اور اسے شرعاً غلط قرار دیا۔

(ایضاً صفحہ ۱۱۷)

علاوہ ازیں "جنگ کشمیر" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں ایک آیت کا سہارا لے کر یہ مسلک پیش کر کے مجاہدین کشمیر کی شہ رگ پر بھرپور وار کر دیا کہ "ہمارا دل خواہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مصیبت پر کتنا ہی کڑھتا ہو ہم ان کی حمایت میں انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی جنگی کاروائی نہیں کر سکتے"۔ (ایضاً صہ ۱۲۱)

اسی طرح لکھا:

"جب تک حکومت پاکستان نے حکومت ہند کے ساتھ معاہدانہ تعلقات قائم کر رکھے ہیں پاکستانیوں کے لئے کشمیر میں ہندوستانی فوجوں سے لڑنا از روئے قرآن جائز نہیں ہے"۔

(تسنیم ۱۲ اگست ۱۹۴۸ء، بحوالہ "فرقان" مئی جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۶۶)

مودودی صاحب کی ان شرمناک کاروائیوں پر بعض بھارتی لیڈروں نے ان کو خراج تحسین ادا کیا۔ مگر پاکستان میں صف ماتم بچھ گئی اور جہاد کشمیر کو سخت ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ جس کے بعد مودودی صاحب نے اپنا موقف تبدیل کر دیا۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

تحریک پاکستان کے ایک ممتاز رہنما اور مشہور صحافی حمید نظامی صاحب اس کھلی غداری پر مجسم احتجاج بن گئے اور انہوں نے "فکر مودودی" کی شعلہ افشانیوں پر پے در پے کئی شذرات سپرد قلم فرمائے۔ چنانچہ لکھا:۔

"ہم آج پھر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مولانا مودودی جہاد کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اگر یہ جہاد ناکام رہا تو اس ناکامی میں مولانا مودودی کا بھی حصہ ہے۔ ہم یہ بھی الزام عائد کرتے ہیں کہ مولانا کا فعل اضطراری نہیں تھا بلکہ ان کی پاکستان دشمنی پر مبنی تھا۔ مولانا کو پاکستان سے کد یہ تھی کہ اس ملک کے بانی ہونے کا سہرا قائداعظم کے سر کیوں ہے، میرے سر کیوں نہیں؟ حالانکہ یہ سہرا ان کے سر باندھا ہی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے نہ صرف تحریک پاکستان میں کوئی کام نہیں کیا تھا بلکہ اس کی مخالفت کی تھی اور جماعت اسلامی کے ممبروں کو یہ حکم دیا تھا کہ پاکستان کی بنیاد پر ہونے والے عام انتخابات میں غیر جانبدار رہیں یعنی پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ اس انتخاب میں پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا تھا۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ **ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے۔ ہم مولانا مودودی کو چیلنج کرتے ہیں کہ مولانا احمد علی اور مولانا میکش کی طرح ہمارے خلاف بھی ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلائیں اور عدالت میں ان الزامات کی صفائی پیش کریں**"۔

(نوائے وقت لاہور ولائلپور، ۱۵ جولائی ۵۵ء صہ ۳)

اسی طرح ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں تحریر فرمایا:۔

"**افسوس کہ پاکستان کو بنے ہوئے آٹھ برس گزر گئے، مودودی صاحب نے ابھی تک مسلمان عوام کا یہ قصور معاف نہیں کیا کہ انہوں نے مودودی صاحب کی بجائے قائداعظم کی بات کیوں مانی؟ اور پاکستان کیوں بنایا۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں ایک مرتبہ بھی تو پاکستان کے حق میں کوئی کلمہ خیر ان کی زبان فیض ترجمان سے نہیں نکلا۔ پاکستان بہت برا سہی مگر آٹھ سالوں میں کوئی بات تو ایسی ہوئی ہوگی جو حوصلہ افزائی کی مستحق ہوتی؟ مگر مولوی مودودی صاحب جب بھی بولیں گے ایسی بات ہی کہیں گے جس سے پاکستان کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی ہو**"۔

(نوائے وقت ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء)

مدیر نوائے وقت حمید نظامی صاحب کے اس مدلل، برجستہ اور باطل شکن شذرہ سے مودودی صاحب کی پاکستان دشمنی کے علاوہ فکر مودودی کے دوسری عنصر یعنی سیاسی اقتدار پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے۔ مودودی صاحب الاخوان المسلمون کے بانی حسن البناء کے ہندی ایڈیشن تھے جن کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون پر سیاسی اقتدار کی چھاپ صاف نظر آتی تھی اور وہ کرسی تک پہنچنے کے لئے تشدد تک کے استعمال کو اپنا شرعی فرض سمجھتے۔ وہ برملا کہتے تھے:

"یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین (Preachers) اور مبشرین (Missionaries) کی جماعت نہیں ہے بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے "لتکونوا شہداء علی الناس" (البقرہ:۱۴۳) اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا سے ظلم، فتنہ، فساد، بد اخلاقی، طغیان اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹا دے ..... لہٰذا اس پارٹی کے لئے **حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے**"۔

(تفہیمات حصہ اول، صہ ۸۷، ۸۸۔ ناشر اسلامک پبلیکیشنز لیمٹڈ، ۱۳ ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔ ستمبر ۱۹۹۱ء)

ان کے اس نظریہ نے دشمنان رسولؐ کے حلقوں میں اسلام کو رسوا کیا کہ داعی حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وعظ و تلقین، اخلاق اور دلائل ناکام ہوئے مگر تلوار کامیاب ہوئی اور اسی کی برکت ہی سے عرب میں اسلامی حکومت معرض وجود میں آئی (الجہاد فی الاسلام صہ ۱۳۷)۔ اسی بناء پر انہوں نے "اسلامی حکومت" کا نعرہ بلند کر کے مسلمانان پاکستان کو یہ کھلم کھلا الٹی میٹم دیا کہ "جس علاقہ میں اسلامی انقلاب رونما ہو وہاں کی مسلمان آبادی کو نوٹس دے دیا جائے کہ جو لوگ اسلام سے اعتقاداً و عملاً منحرف ہو چکے ہیں اور منحرف ہی رہنا چاہتے ہیں وہ تاریخ اعلان سے ایک سال کے اندر اندر اپنے غیر مسلم ہونے کا باقاعدہ اظہار کر کے ہمارے نظام اجتماعی سے باہر نکل جائیں" اس مدت کے بعد ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر

خطبہ جمعہ

"اللہ نور السماوات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کا جامع ہے جن کے کامل امتزاج کا نام نور ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء مطابق ۲۷ اخاء ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۷﴾

(النور : ۳۶، ۳۷)

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورہ النور کی چھتیسویں اور سینتیسویں آیات ہیں۔ ان آیات سے متعلق میں ایک خطبے یا دو خطبات میں اس سے پہلے ایک رنگ میں روشنی ڈال چکا ہوں یا ان سے روشنی حاصل کر کے آپ کے ساتھ اس میں شریک ہو چکا ہوں۔ لیکن اب ایک اور پہلو سے اس مضمون کو میں نے دوبارہ لیا ہے۔ چند دن ہوئے ایک خط کے ذریعے مجھ سے یہ بڑے زور سے توقع رکھی گئی کہ وہ جو صفات باری تعالیٰ اور اسماء باری تعالیٰ کا سلسلہ تھا اسے پھر کبھی کبھی لے لیا کروں، دوبارہ اس پر خطبات شروع کر دیا کروں۔ کیونکہ لکھنے والے نے لکھا کہ کئی پہلو سے نہ صرف عقلی اور قلبی لحاظ سے یہ سلسلہ مفید ہے بلکہ روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسماء باری تعالیٰ کے مضمون پر بار بار گفتگو کرتے رہیں اور غور کرتے رہیں۔ دلیل بڑی قطعی اور مضبوط ہے لیکن میں نے شروع ہی میں عرض کیا تھا کہ یہ تو ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو پھر کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسری باتیں جو بیچ میں ضرورت کی پیش آتی رہتی ہیں ان کا بیان بھی ضروری ہے۔

ہرچند کہ ذکر الٰہی کا مضمون غالب اور افضل ہے مگر فی الحقیقت جو دوسری باتیں بھی خطبات میں پیش ہوتی ہیں وہ ذکر الٰہی کے تابع ہیں، ذکر الٰہی کی تیاری کے سلسلے میں ہیں۔ اگر وہ تربیتی اور اصلاحی امور جماعت پر نہ کھولے جائیں تو وہ ذکر الٰہی کے مضمون کو قبول کرنے، سمجھنے اور اپنی ذات میں جاری کرنے کے اہل ہی نہیں ہو سکتے۔ پس یہ تفریق درست نہیں ہے کہ گویا کچھ خطبات تو ذکر الٰہی پر چلتے ہیں، کچھ ان کے بغیر۔ مومن کی تو ہر بات ذکر الٰہی کے تابع ہوتی ہے اور دین کی ہر نصیحت ذکر الٰہی سے تعلق رکھتی ہے۔ بعض ظاہری طور پر ایسے تعلق ہیں جو ظاہری طور پر دکھائی دے جاتے ہیں۔ بعض ایسے تعلق ہیں جب گہری نظر سے دیکھیں تو وہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی کا مضمون زندگی کے ہر شعبے بلکہ وجود کے ہر شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔

انہوں نے اپنے خط میں خصوصیت سے لفظ نور پر روشنی ڈالنے یعنی الفاظ تو یہ استعمال کئے مگر حقیقت یہ ہے کہ کہنا وہ یہ چاہتے تھے کہ لفظ نور سے روشنی حاصل کر کے ہمیں بھی وہ روشنی دکھائیں جس کا تعلق خدا تعالیٰ کے اسم نور سے ہے۔ اور یہ چونکہ ایک مرکزی اسم ہے، اللہ کے بعد وہ اسم جو تمام صفات باری تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے وہ نور ہے اور حقیقت میں ایک رنگ میں اللہ کا متبادل دکھائی دیتا ہے۔ اس پہلو سے میں پہلے بھی گفتگو یا آپ سے اس مضمون کو سمجھانے کی بات کا سوچ چکا ہوں لیکن مشکل یہ درپیش تھی کہ یہ مضمون بہت مشکل ہے۔ بہت دقیق ہے، بہت باریک ہے، وسیع بھی ہے اور ایک دفعہ اس مضمون کو شروع کیا جائے تو جماعت کے ہر طبقہ علم کو، ہر ذہنی درجے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے سمجھا دینا ایک مشکل کام ہے۔ اس لئے اس بات کا حوصلہ نہیں پڑا کہ اس مضمون کو اٹھاؤں لیکن انہوں نے اب واضح طور پر مطالبہ یہ کیا ہے کہ اس سلسلے کو دوبارہ شروع کرنا ہے تو اسم نور سے شروع کریں۔ اس غرض سے میں نے اس آیت کی دوبارہ تلاوت کی ہے جس کے بعض پہلوؤں پر میں پہلے بات کر چکا ہوں۔ اب کچھ ایسے پہلو ہیں جو نور کی ماہیت سے تعلق رکھتے ہیں اس کی ماہیت کو ہم صرف اسی حد تک سمجھ سکتے ہیں جس حد تک قرآن کریم نے یا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں سمجھایا ہے یا ان دونوں سے اخذ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت ہی تفصیل سے عارفانہ مطالب بیان فرمائے ہیں۔

سب سے پہلے تو عموماً نور کی بات ہے، نور کیا چیز ہے؟ نور کے متعلق عموماً تصور یہ ہے کہ جس کو ہم روشنی کہتے ہیں وہی نور ہے اور سورج کی روشنی ہو یا چراغ کی روشنی ہو یا کوئی ایسی چیز جو چمک رہی ہو جیسے جگنو چمکتا ہے یہ سب روشنیاں نور ہیں۔ یہ درست ہے کہ نور کے ایک معنی کے تابع یہ ساری روشنیاں آتی ہیں مگر جب اللہ کے نور کی بات ہو تو اس کو ان روشنیوں کے حوالے سے سمجھانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال کے وقت کسی ظاہری نور کی بات نہیں فرمائی بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مثال دی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نور الٰہی کی کنہ میں فی ذاتہ چمکنا نہیں ہے۔ چمکنے والا نور اور ہے جو آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ کچھ نور ہے جو باطن میں ہے جو ہر چیز کی اصلی وجہ ہے، جس سے ہر چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ نور ہے جو انسان اپنی عام آنکھ سے دیکھ ہی نہیں سکتا اور اصل وہ نور ہے اور دوسرے سب نور ایک ظاہر میں دکھائی دینے والی کچھ حقیقتیں ہیں۔ ان کا کیا تعلق ہے اللہ کے نور سے اور اللہ نے اپنے نور کی مثال کے وقت چاند سورج کا ذکر کیوں نہ فرمایا بلکہ صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر فرمایا اور ایک ایسے انداز میں جس سے نور کی وہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے جس حقیقت کا انسان کے ارتقاء سے تعلق ہے، جس حقیقت کا انسان کے اس ارتقاء سے تعلق ہے جو اسے خدا تعالیٰ کی طرف رفعتوں میں لے جاتا ہے۔ پس یہ وہ پہلو ہے جس کو میں اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق آج کھولنے کی کوشش کروں گا اور اگر آج جیسا کہ نظر آ رہا ہے کہ وقت کافی نہیں ہوگا تو پھر آئندہ ایک دو خطبات میں بھی یہی مضمون چلے گا۔

سب سے پہلے لفظ نور کے متعلق عمومی بات میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ نور دراصل اپنی ذات میں ایک ارتعاش کا نام ہے اس سے زیادہ یہ کچھ نہیں ہے۔ اور جتنی بھی توانائیاں ہیں وہ ارتعاش ہی ہیں۔ ارتعاش سے مطلب ہے تموج، حرکت۔ اور تموج اگر کسی چیز میں پیدا ہو تو وہ ایک توانائی کا مظہر بن جاتا ہے اور کوئی توانائی بھی تموج کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی۔ ہر توانائی میں ایک تموج پایا جاتا ہے یعنی زیر و بم، حرکت، ایک اندرونی حرکت جو بیرونی طور پر بعض انسانی حسی قوتوں سے مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ مثلاً آگ ہے یہ ایک توانائی ہے۔ اس کے اندر بھی تموج ہے لیکن وہ تموج بسا اوقات نظر نہیں بھی آتا۔ جب آپ اس کو ہاتھ لگاتے ہیں تو تب محسوس ہوتا ہے کہ اس میں گرمی ہے۔ پس آگ نہ نظر آنے والی توانائی بھی رکھتی ہے۔ نظر آنے والی توانائی بھی رکھتی ہے۔ لیکن جو نظر آنے والی توانائی ہے اس کا نور سے تعلق ہے نار سے تعلق نہیں۔ اس کا روشنی سے تعلق ہے، اس کا گرمی سے تعلق نہیں ہے۔ پس توانائیوں میں مختلف قسم کی توانائیاں اس طرح داخل ہو جاتی ہیں کہ تموج کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ لہریں تموج ہی کو کہتے ہیں۔ تموج ہی کا ایک اظہار ہے لہر۔ اور جتنی بھی توانائیاں ہم دیکھتے، سنتے یا محسوس کرتے ہیں ان کا لہروں سے تعلق ہے۔ پس مادہ دکھائی دیتے ہوئے بھی ان کی کنہ مادہ نہیں ہے بلکہ مادے سے وراء الوراء کچھ اور ایسا اول محرک ہے جس نے ان کو حرکت دی اور حرکت دے کر جب اس حرکت نے ایک جگہ اجتماع کر لیا اور یہ حرکت ایک منجمد صورت میں تبدیل ہو گئی تو اسے ہم مادہ کہتے ہیں۔ پس توانائی بھی مادے کی شکل ہے اور مادہ بھی توانائی ہی کی ایک شکل ہے۔ اب یہ مضمون سائنس کے لحاظ سے بہت وسعت رکھتا ہے اور بہت گہرا اور باریک ہوتا چلا جاتا ہے مگر میں یہاں اس سے آگے نہیں بڑھتا بلکہ اس دائرے میں رہتے ہوئے اسے مزید کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اب جو آواز میری آپ سن رہے ہیں یہ اس لئے سن

رہے ہیں کہ اس آواز کو ایک تموج نے پیدا کیا ہے۔ وہ تموج میرے گلے کے ان دھاگوں سے پیدا ہوا، ریشوں سے پیدا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے آواز پیدا کرنے کی خاطر بنائے ہیں۔ اور ہونٹوں سے اور زبان سے اور گلے کے سوراخ سے جس کے ملنے اور الگ ہونے سے کچھ تموج پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب تموجات کو ہم کانوں کے ذریعے سنتے ہیں اور کانوں کے اندر پردے ہیں جو بعینہٖ اسی طرح، اسی زیر و بم کے ساتھ متحرک ہو جاتے ہیں جو زیر و بم آپ کے بولتے وقت آپ کے گلے میں پیدا ہو رہا ہے یا ہونٹوں میں پیدا ہو رہا ہے یا زبان کے منہ کے اندر مختلف حصوں کے ملنے اور الگ ہونے سے پیدا ہو رہا ہے، گلے کے سوراخ کے تنگ ہونے اور کھلنے سے پیدا ہو رہا ہے۔ یہ سب تموجات ہیں جو آپ کے ذہن تک پہنچتے ہیں لیکن براہ راست نہیں۔ ایک کانوں کا پردہ آپ کو عطا ہوا ہے اس پردے پہ اگر ویسا ہی تموج پیدا ہو جائے جیسا کہ بات کرنے والے نے اس کو چلایا تھا تو وہ تموج پردے کو متحرک کر کے ایک ایسے حسی تار کے ذریعے دماغ تک پہنچتا ہے جس کو ہم Auditory Nerve کہتے ہیں یعنی سماعت کا وہ حسی ریشہ، Nerve کا ترجمہ میرے لئے اردو میں مشکل ہے لیکن مراد یہ ہے کہ وہ ریشہ جو کسی چیز سے بنا ہوا ہے اور وہ حسیات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کام آتا ہے۔ اب وہ ریشہ بھی اس تموج کو غیر صوتی انداز میں دماغ تک منتقل کرتا ہے، پردے کی حد تک صوت ٹھہر گئی اس کے بعد جب وہ حرکت منتقل ہوئی تو ایسے صوتی ریشے میں منتقل ہوئی ہے جس نے اس آواز کے تموج کے مطابق خود لرزتے ہوئے اس پیغام کو بغیر شور کے آگے پہنچانا ہے۔ دماغ کے اندر جو اعصابی ریشے بے انتہا کام کر رہے ہیں، ان گنت میلوں کا سفر یہ حرکتیں ہر روز ہر وقت ہمارے دماغ میں کر رہی ہیں، ان کا کوئی شور نہیں ہے۔ اس لئے ایک صوتی نظام کو ایک بے آواز نظام میں تبدیل کیا گیا اور وہ تموج کی آخری شکل ہے جو ذہن سنتا ہے۔ یعنی سنتا ہے لیکن سنتا نہیں بھی ہے۔ کوئی شور نہیں، کوئی آواز نہیں مگر اس کا پیغام سمجھ جاتا ہے کیونکہ تموج کی شکل وہی ہے۔

نور کا اکثر حصہ غیب میں ہے۔ بہت تھوڑا ہے جو دکھائی دینے والے تموجات سے تعلق رکھتا ہے

اب یہ جو نظام ہے اس پہ غور کریں تو پھر آپ نور کی اس مثال کو بھی سمجھنے کی زیادہ اہلیت رکھیں گے، جو میں آپ کے سامنے رکھنے والا ہوں، جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے بیان فرمائی ہے۔ جہاں گلے کی حرکت، آواز کا زور سے نکلنا، اس کی شدت جہاں تک اس میں قوت کے استعمال کا تعلق ہے یہ کیسے ہوا۔ اس کا آغاز ذہن سے ہوا اور ذہن میں کوئی شعور نہیں تھا۔ ذہن میں کوئی تصور ایسا نہیں تھا جسے محسوس کیا جاسکے، جسے دیکھا جاسکے، جسے سنا جاسکے۔ پس لطیف تر تموج پہلے پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ کثیف یعنی گاڑھے اور مادی اور دکھائی دینے والے اور سنائی دینے والے تموج میں تبدیل ہو جاتا ہے یا محسوس ہونے والے تموج میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اول طاقت جو پس پردہ ہے وہ بے آواز ہے۔ اور وہ طاقت جو ہم جانتے ہیں وہ آواز رکھتی ہے، ایک شور رکھتی ہے، ایک ہنگامے کی کیفیت رکھتی ہے۔ ایسی شدت بھی اختیار کر سکتی ہے کہ اس کے لرزنے سے بڑی بڑی عظیم چٹانوں میں دراڑ پڑ جائیں۔ یہ صوتی تموج ایسی عظیم قوت بھی اختیار کر سکتا ہے کہ جس کے لرزنے سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پس اصل توانائی ہے مگر جہاں سے توانائی شروع ہوئی ہے اس میں فی ذاتہ کوئی تموج دکھائی نہیں دے سکتا، کامل خاموشی ہے۔ اور وہ اول تموج کی وجہ ہے جو ذہن کے اندر پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے جب تک اسی قسم کے تموج میں اس ظاہری شور کو تبدیل نہ کیا جائے اسے بے آواز نہ بنایا جائے دماغ کا دماغ سے رابطہ نہیں ہو سکتا۔ پس ہر توانائی کی یہی مثال ہے جو دکھائی نہیں دے رہی، جو سنائی نہیں دے رہی، وہ محسوس کی جاتی ہے لمس کے ذریعے۔ پس لمس کے ذریعے جو احساس ہے وہ بھی گرمی کی صورت میں دماغ میں نہیں پہنچتا ورنہ دماغ میں آگ لگا دے۔ سوچنے والا دماغ ہے۔ اگر دماغ سے تعلق کاٹ دیں تو انگلی جو گرم چیز پر لگی ہے وہ بھسم ہو جائے گی اور اگر بہت گرم چیز ہو تو آناً فاناً غبار بن جائے گی لیکن اس کی گرمی دماغ تک نہیں پہنچے گی۔ دماغ تک نہ کوئی ٹھنڈ پہنچتی ہے، نہ کوئی گرمی پہنچتی ہے، نہ کوئی آواز پہنچتی ہے، نہ کوئی روشنی پہنچتی ہے۔ لیکن جو کچھ پہنچتا ہے وہیں پہنچتا ہے، وہاں نہ پہنچے تو کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ تعلق توڑ دیں تو نہ روشنی کی کوئی حقیقت رہے گی نہ گرمی کی کوئی حقیقت رہے گی، نہ لمس کی طاقتوں سے محسوس ہونے والی چیزوں کی کوئی حقیقت رہے گی، نہ خوشبو کی حقیقت رہے گی، نہ ذائقہ کی حقیقت رہے گی۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف حرکت اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حرکت کو اس مضمون کو سمجھنے کے لئے انسان اگر اپنے نفس پر اور اپنی تخلیق پر غور کرے تو اس کو بہت مدد مل سکتی ہے اور اس کے بغیر انسان ان حقیقتوں کو پا نہیں سکتا۔ اب گرمی ہو اور خدا کا وجود بھی وہاں ہو، جہنم ہو اور خدا کا وجود بھی موجود ہو کیونکہ کوئی کائنات کا ایسا حصہ نہیں۔ جہاں خدا موجود نہیں جنت ہو سخت سردی ہو اور خدا کا وجود وہاں موجود ہو اور پھر ان سے بالا رہے اس کی اگر سو فیصدی نہیں اور یقیناً سو فیصدی نہیں تو سمجھانے کے لئے یہ مثال آپ کے کام آ سکتی ہے کہ دماغ تک تو نہ آواز پہنچتی ہے، نہ گرمی پہنچتی ہے، نہ خوشبو پہنچتی ہے بلکہ اگر یہ ساری چیزیں وہاں پہنچ جائیں تو دماغ مختل ہو جائے اور دماغ کام کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اس کی خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور ان چیزوں کا مرکز ہونے کے باوجود اور ان چیزوں کے تصورات کی آماجگاہ ہونے کے باوجود ان چیزوں کے ذاتی اور براہ راست اثر سے اس کی حفاظت فرمائی گئی ہے۔ اور یہ چیز ہمیں بتاتی ہے کہ جس کو ہم مادہ سمجھ کر اتنی اہمیت دے رہے ہیں یہ مادہ فی ذاتہ کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا اگر شعوری موجوں میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اور شعوری موجیں اپنی ذات میں بہت ہی لطیف چیزیں ہیں جن کی کنہہ کو آج تک انسان نہیں سمجھ سکا۔ آج تک اتنی ترقیات کے باوجود انسان کو ذوق کا بھی پوری طرح نہیں پتہ چل سکا کہ یہ کیا چیز ہے۔ بو کی حس کا بھی پوری طرح پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کیا چیز ہے۔ اب تک جو ترقی ہوئی ہے اس کا تعلق سماعت سے ہے اور بینائی سے ہے۔ ٹیلی ویژن میں آپ سماعت کو بھی منتقل ہوتا دیکھتے ہیں اور بینائی سے تعلق رکھنے والی توانائیوں کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ٹیلی ویژن سے کبھی آپ کو خوشبو نہیں آئے گی، ٹیلی ویژن سے کبھی آپ کو مزہ حاصل نہیں ہو گا۔ کیونکہ خوشبو اور مزے پر ابھی انسانی علم اتنا محدود ہے اور اتنا سرسری، سرسری کے بھی کنارے پر کھڑا ہے کہ آج تک اس میں کوئی ترقی نہیں ہو سکی، کوئی سائنسی قدم ایسا آگے نہیں بڑھ سکا جو جس طرح قوت سماعت اور قوت بینائی کے متعلق حیرت انگیز کام انسان نے کئے ہیں اس میں بھی کر سکے۔ اسی لئے میں بارہا احمدی سائنٹسٹس کو توجہ دلا چکا ہوں کہ یہ دو میدان آپ کے لئے خالی پڑے ہیں۔ پہلے دو میدانوں پر عیسائیت نے قبضہ کر لیا اور یہ دو لطیف تر میدان ہیں جو زیادہ رفعتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور زیادہ گہرائیوں سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کا شعور براہ راست مادی شعور سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا سماعت کا شعور مادی شعور سے قریب تر ہے اور بینائی کا شعور مادی شعور سے قریب تر ہے۔ یہ ابھی انسانی عقل کی پہنچ سے بہت دور کی باتیں ہیں اس لئے جماعت کو ان پر غور کرنا چاہئے اور یہ سارے نور ہیں۔

پس میں جو آپ سے نور کی بات کرتے کرتے آپ کو سماعت کی طرف لے گیا یا قوت ذائقہ کی طرف لے گیا یا خوشبو کی طرف لے گیا تو یہ نہ سمجھیں کہ میں بات کرتے کرتے بہک گیا ہوں۔ یہ تمام باتیں نور سے تعلق رکھتی ہیں اور نور کی جو بنیادی تعریف قرآن کریم نے پیش فرمائی ہے اس میں اس کا دکھائی دینا شامل نہیں ہے بلکہ جو دکھائی دیتا ہے وہ دراصل نور کا پردہ ہے۔ اصل نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا اس کی ذات سے پھوٹتا ہے اور وہ نور صفات ہے۔ اور وہ نور صفات اس ظاہری نور سے بعض مشابہتیں رکھتا ہے جسے ہم نور سمجھتے ہیں۔ نور صفات سے ظاہری مشابہتیں مثلاً یہ ہیں کہ جو ظاہری نور ہے جس کو ہم سفید روشنی کی طرف، جس طرح وہ دیکھیں آپ کے سامنے وہ ٹیوبز جل رہی ہیں سورج کی روشنی کے مشابہ سفید روشنی پیدا کر رہی ہیں، ان پر غور کریں تو ان میں ایک روشنی تو نہیں ہے، ان میں کئی قسم کی روشنیاں ہیں۔ اور ہر روشنی کی لہروں کے مزاج کا فرق ان کے مختلف رنگ ظاہر کرتا ہے اور ان کے کامل امتزاج سے وہ چیز نکلتی ہے جس کو عرف عام میں نور کہا جاتا ہے۔

اللہ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عرفان کے مطابق ظاہری نور نہیں تھا ورنہ ظاہری نور کو تو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ اللہ کا نور اس نوعیت کا ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان اس کو دیکھ نہیں سکتا

پس "اللہ نور السماوات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کا جامع ہے جن کے کامل امتزاج کا نام نور ہے۔ جیسے روشنی کی لہروں کو جو مختلف درجوں سے تعلق رکھتی ہیں، مختلف شکلوں سے تعلق رکھتی ہیں، اگر ایک خوبصورت توازن میں ڈھال کر اکٹھا کر دیا جائے تو وہ سفید روشنی جس کو ہم نور کہتے ہیں وہ بن جائے گی۔ ورنہ الگ الگ ہوں یا چھوٹے دائروں میں ہوں تو کہیں وہ نیلی دکھائی دے گی، کہیں سبز دکھائی دے گی، کہیں Violet دکھائی دے گی، کہیں Ultra Violet دکھائی دے گی، کہیں ایسی شکلیں اختیار کر لے گی کہ جن میں حدت یعنی گرمی تو ہے، نار کے مشابہ زیادہ ہے مگر نور نہیں ہے یعنی دکھائی نہیں دیتا۔ کہیں وہ لہریں ایسی شکل اختیار کر لیں گی کہ جسے انسان تو نہیں دیکھ سکتا مگر شہد کی مکھیاں دیکھ رہی ہیں۔ جسے شہد کی مکھیاں تو نہیں دیکھ سکتیں مگر بعض پرندے دیکھ رہے ہیں، بعض پرندے تو نہیں دیکھ رہے مگر بعض کیڑے مکوڑے دیکھ رہے ہیں۔ تو آگے پھر اس نور کی بے شمار قسمیں ہیں

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 2611

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

جسے ہم ایک روشنی سمجھتے ہیں۔ رنگوں کے لحاظ سے پانچ بنیادی رنگوں میں سائنس دانوں نے اسے تقسیم کیا ہے اور یا کم وبیش ہونگے۔ سات رنگ بتاتے ہیں ان کے اندرونی ادل بدل اور ملنے جلنے سے جو پیدا ہوتے ہیں۔ مگر پانچ سات کی بحث نہیں ہے اگر آپ روشنی کے مزاج کو سمجھنے کے لئے، اس کی لہروں پہ زیادہ غور کریں اور ان کے اندرونی فرق کو دیکھیں تو اس میں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی دکھائی دیں گی جو اس نور کا ایک لازمی حصہ ہیں، جو ایک اجتماعی شکل میں اس کو سورج کی روشنی کے طور پر ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ مگر یہ وہ نور نہیں ہے جو اللہ کا نور ہے۔ یہ وہ نور ہے جو اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے وہ تاریک کائنات جو انسان کو دکھائی نہیں دیتی وہ بھی اللہ کا نور ہے۔ کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ سماوات والارض میں سے بعض چیزیں اللہ کا نور ہیں اور بعض نہیں۔ یا بعض چیزوں کا اللہ نور ہے، یہ کہنا چاہئے، قرآن تو یہ فرمارہا ہے کہ بعض چیزوں کا اول محرک اللہ ہے، اول اللہ نور ہے اور وہ ثانوی ہیں بلکہ ساری کائنات میں جو Dark Matter ہے جس میں انسان کو کوئی بھی ایسا تموج دکھائی نہیں دیتا جسے وہ روشنی کہہ سکے اندھیرا دکھائی دیتا ہے اس کو۔ مگر جب توانائی ہے تو تحرک اس میں ضرور ہے، جب توانائی ہے تو تموج ضرور ہے۔ اس تموج کو بھی اللہ نور ہی قرار دے رہا ہے یعنی نور سے پیدا شدہ مگر فی ذاتہ اللہ کا نور نہیں ہے۔

اس کی بہت سی لطیف تفاسیر ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات میں ملتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عارفانہ تفاسیر میں دکھائی دیتی ہیں۔ میں اس عمومی تمہید کے بعد پھر ایک ایک چیز لے کر آپ کے سامنے کھولوں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے جو اللہ کے نور کی اصل ماہیت ہے اس کی کسی کو کوئی خبر نہیں اور اس کی صرف مثالیں ہی ہیں جو بیان ہو سکتی ہیں۔ بعض احادیث سے یہ شک پڑتا ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ کے نور کی ماہیت کا دیدار ہوا ہے مگر بعض دوسری احادیث نے اس پر مزید روشنی ڈال کر اس شک کا خود ازالہ فرمادیا ہے۔ میں ایسی ہی پہلی نوعیت کی ایک حدیث صحیح مسلم کتاب الایمان سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

> **اصل نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا اس کی ذات سے پھوٹتا ہے اور وہ نور صفات ہے۔ اور وہ نور صفات اس ظاہری نور سے بعض مشابہتیں رکھتا ہے جسے ہم نور سمجھتے ہیں**

حضرت عبداللہ بن شقیق جو تابعی تھے، صحابی نہیں تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا ہوتا تو میں آپ سے ایک سوال ضرور کرتا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ بتاؤ تو سہی وہ کیا سوال تھا جو تم کرتے اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا ہوتا۔ تو اس نے کہا میں رسول اللہؐ سے یہ سوال کرتا اگر میں نے ان کو دیکھا ہوتا کہ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ اور دیکھنے کا تعلق اس رنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے سے خدا تک پہنچا دیا۔ ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ تمہارے نہ دیکھنے کا کوئی فرق نہیں پڑا۔ میں نے دیکھا ہے اور میں نے خود یہ سوال کیا تھا اور جب میں نے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جواب دیا "رایت نورا" میں نے ایک نور دیکھا ہے یعنی ایک قسم کا نور دیکھا ہے۔

کیا مراد یہ تھی کہ میں نے اللہ کا نور اس کی ماہیت کے لحاظ سے دیکھ لیا ہے، یہ ایک انسان کے ذہن میں خیال ابھر سکتا ہے۔ اس کا جواب بخاری کی حدیث میں حضرت ابوذرؓ سے ہی مروی ہے۔

> **"اللہ نور السماوات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کا جامع ہے جن کے کامل امتزاج کا نام نور ہے**

دوسری حدیث بھی مسلم ہی کی ہے، بخاری کی نہیں۔ حضرت امام مسلم نے ایک باب میں دو حدیثیں باندھی ہیں، میرے ذہن پہ یہ تاثر تھا کہ وہ بخاری کی حدیث ہے جب میں نے چیک کیا ہے تو بخاری کی نہیں وہ مسلم ہی کی دوسری حدیث ہے۔ ایک حدیث میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جواب دیا میں نے ایک نور دیکھا ہے۔ دوسری حدیث میں یہ روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے جب پوچھا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپؐ نے فرمایا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ "قَالَ ھُوَ نُورٌ اَنّیٰ اُرَاہُ" تو نُورًا جو لفظ تھا وہ دراصل "نور" تھا جو فرمایا اور "انی" کا جو حصہ ہے وہ ایک راوی بھول گیا اور دوسرے راوی نے اس کو مکمل کر دیا۔ یہ پوری شکل بنی ہے اب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

اس حدیث نے ایک اور مضمون سے بھی پردہ اٹھایا ہے کہ اللہ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عرفان کے مطابق ظاہری نور نہیں تھا ورنہ ظاہری نور کو تو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ ظاہری نور ہی کے ذریعے دیکھتے ہیں، ظاہری نور ہی کو دیکھتے ہیں۔ چاند سورج کو دیکھتے ہیں مگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان کے نور کو خدا کا نور ان معنوں میں قرار نہیں دے رہے کہ گویا اس نور کو دیکھنا خدا کا دیکھنا ہے۔ اللہ کا نور اس نوعیت کا ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ پھر یہ نور کیا ہے جو ہمیں دکھائی دیتا ہے؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دوسری حدیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ نور، خدا تعالیٰ کا حجاب ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کا پردہ ہے یعنی جن کے پیچھے اللہ چھپا ہوا ہے۔ جو تمہیں ظاہری روشنی سورج کی دکھائی دیتی ہے تم اس کو نور سمجھ رہے ہو، یہ حجاب ہے جو صفات باری تعالیٰ پر ہے اور خدا اس سے پرے ہے اور خود یہ نور نہیں ہے۔ یہ وہ ابتدائی باتیں ہیں نور سے متعلق جن کو آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

> **کچھ نور ہے جو باطن میں ہے جو ہر چیز کی اصلی وجہ ہے جس سے ہر چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ نور ہے جو انسان اپنی عام آنکھ سے دیکھ ہی نہیں سکتا اور اصل وہ نور ہے اور دوسرے سب نور ایک ظاہر میں دکھائی دینے والی کچھ حقیقتیں ہیں**

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اس مضمون کو مزید آپ پر کھولتے چلے جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> "قرآن شریف میں تمام صفات کا موصوف صرف اللہ کے اسم کو ہی ٹھہرایا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ کا اسم تب متحقق ہوتا ہے جب تمام صفات کاملہ اس میں پائی جائیں۔ پس جب کہ ہر ایک قسم کی خوبی اس میں پائی گئی تو حسن اس کا ظاہر ہے۔ اسی حسن کے لحاظ سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا نام نور ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے "اللہ نور السماوات والارض" یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔ ہر ایک نور اسی کے نور کا پرتوہ ہے"۔
>
> (ایام الصلح، روحانی خزائن [مطبوعہ لندن] جلد ۱۴ صـ ۲۴۷)

یعنی اپنی ذات میں وہ خدا کا نور نہیں ہے۔ خدا کا ایک عکس ہے جو اس پردے پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ عکس اس طرح کا بھی نہیں جیسے مادی عکس ہو یعنی مراد اس کی یہ ہے۔ توانائی کا مضمون آپ کو سمجھانے کا مقصد یہ تھا تاکہ ان لطیف باتوں کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ توانائی کا آخری منبع اور اول منبع اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر قسم کی حرکت، ہر قسم کا تموج خدا کی ذات کے ارادے سے پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح آپ کا ارادہ آپ کے بدن کو جنبش دیتا ہے، آپ کے گلے کی صوتی تاروں کو جنبش دیتا ہے اور وہی ارادہ ہے جو جنبشیں بن بن کر دوسرے انسانوں کے ذہن میں منتقل ہوتا ہے اور وہاں پہنچ کر ظاہری جنبش میں دکھائی نہیں دیتا۔ کچھ اور قسم کی چیز ہو جاتی ہے، لطیف تر ہو جاتا ہے۔ تو لطافت سے آغاز ہوا، لطافت تک پہنچا اور اس کے بغیر ایک جگہ کی کیفیت کو دوسری جگہ منتقل کرنا ناممکن ہے۔ جس لطافت سے کسی چیز کا آغاز ہوا ہے جب تک دوبارہ اس لطافت میں اس کو تبدیل نہ کریں اس کا دوسری جگہ انتقال ممکن نہیں ہے یعنی معنی خیز نہیں رہتا، ایک بے معنی انتقال ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اول ہے جس کا ارادہ، جس کی قوت فیصلہ، جس کی چاہت یا جس کی ناپسندیدگی جو بھی شکلیں اختیار کرتی ہیں وہ ساری کائنات ہے۔ تمام کائنات اس ابتدائی تموج سے پیدا ہوتی ہے جس کو تموج کہنا بھی ایک انسانی کلام کی مجبوری ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں دکھائی دینے والا تموج، محسوس ہونے والا تموج خواہ وہ آواز سے تعلق رکھتا ہو یا روشنی سے تعلق رکھتا ہو، جب تک ظاہر ہے اس وقت تک کسی نہ کسی صورت میں لطیف ہونے کے باوجود اسے تموج کہا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ جگہ جہاں سے تموج شروع ہوا، جہاں پہنچ کر دوبارہ اپنی اصلیت کی طرف لوٹتا ہے وہاں کم سے کم لطیف ترین تموج ہے۔ اتنا ہلکا کہ ظاہری تموج کو اس تموج سے کوئی نسبت ہی دکھائی نہیں دیتی۔ آپ کی آواز سے پہلے جو آپ کا خیال تھا اگر تموج نہ ہو تو خیال پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اتنا خاموش کہ آپ زندگی بھر چاہیں سوچتے رہیں ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو آواز سنائی نہیں دے گی۔ لیکن جب وہ تموج آواز میں ڈھلتا ہے تو کہیں ہلکی نحیف آوازوں میں بھی ڈھلتا ہے، کہیں پرشوکت اور بلند آوازوں میں ڈھل جاتا ہے۔ اب اذانیں بھی آپ نے مختلف سنی ہیں ہمارے مبارک ظفر صاحب ناروے میں اذان دیا کرتے تھے تو لگتا تھا

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
MTV AHMADIYYA
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

تکبیر کہہ رہے ہیں اور تکبیر غور سے سنی پڑتی تھی۔ اب چوہدری آفتاب صاحب ہیں یہ تکبیر کہیں تو لگتا ہے اذان دے رہے ہیں۔ لیکن دونوں کے ذہن میں تموج کی قوتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ویسا ہی تموج ہے اور کوئی آواز کسی کی سنائی نہیں دیتی۔ تو ذات باری تعالیٰ کا نور ہونا یہ معنے رکھتا ہے کہ تمام کائنات اس کے ارادے، اس کے فکر سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا ہونا ناممکن ہے، ہو ہی نہیں سکتی۔

خدا کا نور سمجھنا ہے تو خدا کی اس تخلیق کے حوالے سے سمجھیں جس کے متعلق اللہ فرماتا ہے "اللہ نور السماوات والارض" اللہ زمین و آسمان کا نور ہے

پس نور بمعنی توانائی ہے۔ نور بمعنی اس روشنی کے نہیں ہے جو آپ کو ظاہری آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے۔ اور اب روشنی کی ظاہری تصویر اگر اپنے سامنے رکھ لیں تو ایک اور بات واضح طور پر سمجھ آجائے گی۔ میں نے بیان کیا تھا کہ سائنس دان تو یہ بتاتے ہیں کہ اس روشنی میں جو تموج کی قسمیں ہیں جن کو ہم رنگ کہتے ہیں وہ پانچ رنگ ہیں یا بعض تین بھی کہتے ہیں، سات ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ ان کا تجزیہ کریں تو اس میں بہت زیادہ رنگ ہیں۔ جب سائنس دان چند رنگ بیان کرتے ہیں تو ان کی مراد صرف اتنی ہوتی ہے کہ انسانی آنکھ جن رنگوں کو دیکھ سکتی ہے وہ اتنی قسم کے تموجات سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت سی ایسی لہریں ہیں جن کی توانائی کو ہماری آنکھ دیکھ ہی نہیں سکتی۔ اور بعض نہ دکھائی دینے والی لہریں اتنی شدید ہیں کہ اگر آنکھ میں پڑیں تو آناً فاناً آنکھ کو اندھا کر دیں، اس کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ پس جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے یہ بچکانہ خیال ہے کہ جو چیز دکھائی دے وہی زیادہ عظمت والی، وہی زیادہ قابل یقین ہے۔

نور ضروری نہیں کہ دکھائی دے بلکہ جتنا لطیف ہوگا اتنا ہی نہ دکھائی دینے والا ہوگا۔ اور نہ دکھائی دینا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ عظیم تر ہوتا ہے جب دکھائی نہیں دیتا

امر واقعہ یہ ہے کہ توانائی کی جتنی قسمیں ہیں ان میں سے سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ غیر معمولی قوتوں کا سرچشمہ وہ چار چیزیں ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دیتیں۔ روشنی آپ کو دکھائی دیتی ہے آپ کا کہاں نقصان کرتی ہے۔ مگر X—Rays کی قسمیں ہیں یا Radiation کی بعض قسمیں ہیں جو وجود کے ذرے ذرے کو ہلا کے رکھ دیتی ہیں۔ انسانی تخلیق کا نظام بگاڑ کے رکھ دیتی ہیں، انسانی وجود کو پارہ پارہ کر دیتی ہیں۔ تبھی ریڈیائی طاقت سے جتنا انسان ڈرتا ہے اتنا کسی ظاہری طاقت سے نہیں ڈرتا۔ وہ بم جو بڑے دھماکے کے ساتھ پھٹتے ہیں جن کے ذریعے ظاہری زلزلے پیدا ہوتے ہیں وہ بم بظاہر دیکھنے میں کتنے ہی مرعوب کرنے والے ہوں مگر Radiation ایک دفعہ ظاہر ہو جائے تو پھر نہ آواز رکھتی ہے، نہ رنگ رکھتی ہے، نہ بو رکھتی ہے لیکن ہلاکت خیزی میں ان ظاہری پھٹنے والے بموں سے بہت زیادہ ہے۔ روس کے علاقے میں چرنوبل میں ایک حادثہ ہوا تھا جس کے نتیجے میں ان کا Atomic Plant پھٹ گیا اور آج تک اس واقعہ کے بعد خاموش لہریں، بے آواز لہریں، نظر نہ آنے والی لہریں زندگی کے ساتھ ایک ہلاکت خیز کھیل کھیل رہی ہیں۔ ایسے دردناک نظارے ہیں ان بچوں میں جو اس خاموش طاقت سے متاثر ہو کر پیدا ہوئے کہ ان کا پورا نظام درہم برہم ہو کے رہ گیا ہے۔ کہیں عجیب و غریب قسم کے اعضاء نئے نئے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں، کئی اعضاء بالکل مارے گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ محسوسات کی دنیا میں بھی ان کے لئے طرح طرح کے عذاب مہیا ہو چکے ہیں جن کو دیکھنا، جن کو محسوس کرنا اگر انسان میں احساس کی طاقت ہو بڑا مشکل کام، بڑا صبر آزما کام ہے۔

تو نور کے تعلق میں یہ بھی یاد رکھیں کہ نور ضروری نہیں کہ دکھائی دے بلکہ جتنا لطیف ہوگا اتنا ہی نہ دکھائی دینے والا ہوگا۔ اور نہ دکھائی دینا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ عظیم تر ہوتا ہے جب دکھائی نہیں دیتا۔ زیادہ قوی ہو جاتا ہے جب دکھائی نہیں دیتا۔ اور موجودات کی دنیا میں جو خدا کا نور ہے، نور کا اکثر حصہ غیب میں ہے۔ بہت تھوڑا ہے جو دکھائی دینے والے تموجات سے تعلق رکھتا ہے۔ تبھی یہ نور ہی کی تعریف ہے جب فرمایا کہ "الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون" (البقرہ: ۴)۔ اگر حاضر فرماتا اللہ تعالیٰ تو بظاہر مضمون زیادہ طاقت ور ہوتا کہ خدا کو ہر وقت حاضر دیکھ کر وہ عمل کرتے ہیں کیونکہ حاضر سے انسان ڈرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ متقی کی تعریف، ڈرنے والے کی تعریف یہ ہے کہ حاضر سے پرے دیکھے تو حیران رہ جائے گا کہ جو نہ دکھائی دینے والا ہے وہ اتنا طاقت ور ہے کہ اس کے تصور کے بعد کسی بے عملی کا سوال ہی باقی نہیں رہنا چاہئے۔ عمل کی ہر طاقت اس نور غیب سے عطا ہوتی ہے جو انسان کو دکھائی نہیں دیتا جو انسان کو محسوس نہیں ہوتا۔

پس عظیم الشان کتاب ہے جس نے ایمان کی یہ تعریف فرمادی "الذین یومنون بالغیب" اور اس کے معاً بعد نتیجہ یہ نکالا "ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون" اس کی غیب کی طاقت کا ایسا اثر ان کے دلوں پر، ان کے دماغ پر، ان کے حواس پر پڑتا ہے کہ اس سے مرعوب ہو کر بلا توقف عبادت گزار ہو جاتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں۔ اور اس غیب کے اثر سے اور اس کی محبت اور اس کی طمع اور اس کے خوف سے وہ پھر جو خود اپنا ہے وہ غیروں کو دینے لگتے ہیں تاکہ وہ جو غیب ہے وہ اپنا ہو جائے۔ اور یہ مضمون ہے "و مما رزقنٰھم ینفقون" میں جو جاری و ساری سلسلہ ایک چلتا ہے۔ اور جتنا یہ جاری ہوتا ہے غیب کے تعلق میں اتنا غیب قریب ہوتا جاتا ہے۔ جتنا غیب کا تصور عبادتوں پر انسان کو آمادہ کرتا ہے اور غیب کو انسان جتنا طاقتور سمجھتا ہے اتنا ہی اس کی نمازیں قوی ہوتی چلی جاتی ہیں۔

جب تک کائنات پر غور نہیں کرتے "نور السماوات والارض" کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور نورالسماوات والارض کو صرف اسی حد تک سمجھتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں جس حد تک کائنات کا شعور حاصل کرنے کی خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہے

پس نور کوئی ایسی فرضی چیز نہیں ہے جو ماوراء الوراء ہونے کے بعد ہم سے بے تعلق ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ماوراء الوراء ہونا یعنی دکھائی دینے کے پردے سے پرے اور اس سے بھی پرے ہونا اس کی طاقتوں میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک جب وہ وجہ اول بن جاتا ہے تو وہاں انسان کی عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بڑے بڑے فلسفی وہاں پہنچ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں دنیا دار فلسفیوں کی بات کر رہا ہوں، مذہبی فلسفیوں کی بات نہیں کر رہا۔ خاموش ہو جاتے ہیں یہ کہہ کر کہ یہاں تک ہماری عقل کی رسائی تھی۔ یہاں ایک انگلی دکھائی دے رہی ہے جو اس سے پرے اشارہ کر رہی ہے پس ہماری عقل نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہی وجہ اول ہے۔ وہ وجہ اول کیا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری عقل نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ وجہ اول پیدا کرنے والی تو ہے، پیدا نہیں ہوئی۔ کیونکہ جس مقام تک ہماری عقل کو رسائی ہوئی اس وقت تک یہ مرحلے طے ہو چکے ہیں کہ جہاں تک ہم نے دیکھا یہ باتیں ثابت ہو گئیں کہ وجہ اول وہ نہیں ہے جس کو ہم سمجھ سکے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں یا محسوس کر سکتے ہیں یا سن سکتے ہیں۔ بلکہ وجہ اول ان محسوسات سے پرے ہے اور یقیناً وہ خالق بھی ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں جو ہم نے محسوسات کی دنیا میں دیکھی ہیں، یہ ہمیشہ سے نہیں ہیں۔ اس لئے جو ہمیشہ سے نہیں ہے وہ لازماً مخلوق ہے۔ اور جو خالق ہے وہ لازماً مخلوق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق ہوگا تو ہمیشہ سے نہیں ہوگا اور پھر اس کا وجود ہی ناممکن ہو جائے گا۔

یہ ایک منطقی باریک استدلال ہے جس کے نتیجے میں ارسطو تھا یا افلاطون تھا یا بعد میں آنے والے بعض یورپین فلاسفرز تھے سب نے یہی نتیجہ نکالا کہ وجہ اول سب سے کم متموج ہے۔ بلکہ جو قدیم فلسفی ہیں انہوں نے کہا وجہ اول میں تموج کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن وہ تموج کا خالق ہے۔ یہاں تک اس کو غیر متحرک قرار دیا گیا اس خطرے سے کہ اگر تموج ہے تو توانائی کا ضیاع بھی ہوگا اور توانائی کا ضیاع ہوگا تو وہ چیز ازلی ابدی نہیں ہو سکتی۔ اس کے تموج کے نتیجے میں وہ ضرور کچھ نہ کچھ گھٹتی ہے۔ اور یہ بھی ایک ایسا مضمون ہے جسے Physists خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ساری کائنات اپنی مجموعی قابل استعمال توانائی میں کم ہو رہی ہے اور اس کی وجہ تموج ہے۔ تو کہتے ہیں تموج پیدا کرنے والی ذات کو خود تموج سے پاک ہونا ہوگا ورنہ وہ نہ وجہ اول بن سکتی ہے اور نہ دائمی کہلا سکتی ہے۔ اور اس منزل کی طرف جاتے وقت یہ سفر جو چھوٹا سا میں نے آپ کو کروایا ہے آغاز میں، اس سفر کو دوبارہ ذہن میں حاضر کر لیں کہ ظاہری تموج سے وجہ اول کی طرف جو آپ نے حرکت اپنی دنیا میں کی ہے وہاں وجہ اول کا تموج اس کے مقابل پر اتنا خفیف ہے کہ کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ خفیف تموج اتنی زبردست قوتیں پیدا کر دیتا ہے کہ اردگرد

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کرواسکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

ماحول میں ایک ہیجان برپا کر دیتا ہے۔ اور صرف وقتی طور پر ہی نہیں دوررس نتائج اس کے نکلتے ہیں۔ ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال دنیا کے خیالات پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ ان خیالات کے نتیجے میں لاکھوں کروڑوں بدن متحرک ہو جاتے ہیں۔ وہ لاکھوں کروڑوں بدن آگے ورثے میں ان خیالات کو اس طرح چھوڑتے ہیں کہ آنے والی نسلیں پھر متموج ہوتی چلی جاتی ہیں، متحرک ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور ایک خیال جو اپنی ذات میں معمولی حرکت، اگر حرکت تھا بھی تو معمولی سی حرکت تھا، کتنی بڑی بڑی حرکتیں پیدا کر دیتا ہے۔ عالمی جنگوں کے اندر دیکھیں کتنا تموج ہے، کتنی بربادی ہے، کتنی ہلاکت خیزی ہے، کیسے کیسے حیرت انگیز زلزلے دنیا پر وارد ہو جاتے ہیں۔ انسانی دنیا پر بھی، حیوانی دنیا پر بھی، جسمانی دنیا پر بھی۔ لیکن جس ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا ہے وہ ذہن جو طاقت کے سرچشمے پر واقع تھا۔ اس ذہن کی حرکت کو آپ ماپیں تو جو توانائی آخر اس سے پھوٹی ہے، اس کے ساتھ اس کو کوئی بھی نسبت نہیں۔ اور اس کی مثال صرف انسانی سوچوں سے تعلق نہیں رکھتی، انسانی سوچوں کے ذریعے صرف نہیں دی جا سکتی بلکہ مادی دنیا میں بھی فزکس نے جن چیزوں کا انکشاف کیا ہے ان میں بھی نور کی یہ تشریح جو میں بیان کر رہا ہوں اس طرح دکھائی دیتی ہے کہ جو کشش ثقل ہے جو تمام توانائیوں کا ماخذ سمجھی جاتی ہے، ابھی تک سائنس دان چار قسم کی توانائیوں کو تین میں تو تبدیل کر چکے ہیں یعنی ان کو تین اکائیوں میں تو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے عظیم الشان کام اور ان کے ساتھی کے کام کے نتیجے میں اب چار کی بجائے تین توانائیوں کا تصور رہ گیا ہے۔ مگر جانتے ہیں کہ آخر پہ ایک ہی نکلے گا۔ یہ جانتے ہیں کہ کشش ثقل ہی ہے جو ان توانائیوں کی ماں ہے اور کشش ثقل سب سے کم متحرک ہے۔ کشش ثقل کی حرکت کے متعلق ہی Debate ہے کہ اس میں حرکت ہے بھی کہ نہیں۔ بالکل خاموش، متموج کا تو سوال ہی ان کو دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے بعض لوگ تو اسے صرف فیلڈ (Field) ہی کہتے ہیں اور ایسی فیلڈ جس میں کوئی حرکت، کوئی تموج نہیں ہے۔ اگر وہ تموج مانیں تو آگے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر تموج کس قسم کا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ کشش ثقل کے ذریعے جتنی توانائی ہم پیدا ہوتی دیکھ رہے ہیں سائنس کے اصول سے اتنی ہی خرچ بھی ہونی چاہئے مثلاً زمین ہے وہ اپنے مرکزی نقطے کی طرف ہر چیز کو کھینچ رہی ہے اور اتنی غیر معمولی طاقت سے کھینچ رہی ہے کہ اب سارے پہاڑ چمٹے پڑے ہیں، انسان جتنی مرضی چھلانگ لگائے پھر آخر زمین پہ آ جاتا ہے۔ اور ارد گرد گزرنے والے سیاروں کو، ارد گرد گزرنے والے فلکی اجرام کو یہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور زمین کی کشش بالکل معمولی ہے۔ یہ کشش اگر بڑھ جائے تو کائنات میں ایک ہنگامہ برپا کر دیتی ہے۔ ایسے ایسے ستاروں کو، بعض ستارے اپنی کشش سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جن کا فاصلہ ان سے لاکھوں سال کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ لاکھوں سال توانائی سفر کرے اور اس کی کوئی حد نہیں ہے جتنا ایسے ستاروں کا پیٹ بھرے گا جو Black Hole میں تبدیل ہو جاتے ہیں یعنی وہاں بھی توانائی نہ دکھائی دینے والی ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ یہ بھی ایک مثال ہے نور کی کہ جہاں سب سے زیادہ نور کی شدت ہے وہ سب سے زیادہ نہ نظر آنے والی چیز ہے۔ اس کا نام ہی Black Hole ہے۔ نہ دکھائی دیتا، نہ سنائی دیتا، نہ چکھا جا سکتا، نہ محسوس کیا جا سکتا اور ایسی قوت ہے کہ اس کے دھماکے ہی سے بالآخر کائنات پیدا ہوئی ہے۔

> **ذات باری تعالیٰ کا نور ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ تمام کائنات اس کے ارادے، اس کے فکر سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا ہونا ناممکن ہے**

تو خدا کا نور سمجھنا ہے تو خدا کی اس تخلیق کے حوالے سے سمجھیں جس کے متعلق اللہ فرماتا ہے "اللہ نور السمٰوات والارض" اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ یہ بیان سن کر آپ کو کیا سمجھ آئے گا اگر السماوات والارض پر غور نہیں کرتے۔ تبھی اللہ تعالیٰ اولوالالباب کی تعریف میں یہ بات داخل فرما دیتا ہے۔ "ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب" زمین و آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں حیرت انگیز نشانات ہیں، عظیم نشانات ہیں "لاٰیات" کن لوگوں کے لئے؟ جو اولوالالباب ہیں، جن کو خدا نے عقلیں عطا فرمائی ہیں۔ اور صاحب عقل انسان وہ نہیں ہے جو محض خشک سائنس دان ہے۔ کیونکہ وہ اپنے تلاش کے سفر کو کناروں پر ختم کر دیتے ہیں اور نیچے اتر کر اس کی ماہیت جو نور کے پردوں کے پرے دکھائی دینی چاہئے اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم" ایسا دلچسپ سفر ہے، اتنا حیرت انگیز یہ سوچ کا نظام ہے کہ جو اس میں ایک دفعہ مبتلا ہو جائے کوئی Drug Adiction اس سے زیادہ سخت نہیں ہو سکتی۔ انسان ہر بات میں اس کی ماہیت پر غور کرتے ہوئے خدا کی طرف پہنچنے کا مزہ چکھ لے تو پھر وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو یہ آیت کریمہ پیش کر رہی ہے۔ "الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم" نہ دن کو بھولتے ہیں نہ رات کو نہ کھڑے ہوئے نہ بیٹھے ہوئے۔ وہ تو کروٹیں بدلتے ہیں تو تب بھی ان کو خدا یاد آتا ہے۔ اور یہ لامتناہی ذکر کا سفر ہے جو کائنات پر غور کرنے کے نتیجے میں ضرور شروع ہو گا اگر اولوالالباب ہوں گے۔ تو جب تک کائنات پر غور نہیں کرتے، "نور السمٰوات والارض" کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اور "نور السمٰوات والارض" کو صرف اسی حد تک سمجھتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں جس حد تک کائنات کا شعور حاصل کرنے کی خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہے۔ اور پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ سب پردہ ہی تھا اور وجہ اول ان پردوں سے پرے ہے۔ جو نور ہم دیکھتے ہیں، جو کائنات کی روشنائی ہے، جو کائنات کے اندر متحرک روح ہے وہ خدا نہیں ہے۔ اس میں خدا کی صفات جلوہ گر ہیں اور "نور اللہ" اس سے پرے لطیف تر کوئی چیز ہے جو تموج سے بھی پاک ہے، جو ہر قسم کی فناء کے تقاضوں سے بالا ہے۔ وہ ازلی ہے، وہ ابدی ہے۔ وقت کا اس پر کوئی دخل نہیں۔ وہ وقت کا خالق ہے اس کو کسی نے خلق نہیں کیا۔

> **جو نور ہم دیکھتے ہیں، جو کائنات کی روشنائی ہے، جو کائنات کے اندر متحرک روح ہے، وہ خدا نہیں ہے۔ اس میں خدا کی صفات جلوہ گر ہیں اور "نور اللہ" اس سے پرے ایک لطیف تر کوئی چیز ہے جو تموج سے بھی پاک ہے، جو ہر قسم کی فنا کے تقاضوں سے بالا ہے۔ وہ ازلی ہے، وہ ابدی ہے۔ وقت کا اس پر کوئی دخل نہیں۔ وہ وقت کا خالق ہے۔ اس کو کسی نے خلق نہیں کیا**

یہ وہ نور ہے جس کا ذکر میں انشاء اللہ اب آئندہ خطبے میں قرآن کریم کی بعض آیات کے حوالے سے، اسی آیت کے حوالے سے بھی اور دوسری آیات کے حوالے سے بھی اور احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں سے مدد لے کر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینجر)

احمدی بھائیوں کی اپنی قابل اعتماد ٹریول ایجنسی
INDO-ASIA REISEDIENST
دنیا کے گرد پھیلے ہوئے پانچ براعظموں میں کسی بھی ملک میں سفر کرنے کیلئے مناسب داموں پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ حاصل کریں اور
اسی طرح پاکستان کے مختلف شہروں کے بارعایت ٹکٹ کے حصول کیلئے ہماری خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں
جلسہ سالانہ قادیان کیلئے
P.I.A کی خصوصی پیشکش
بکنگ جاری ہے
۴ افراد پر مشتمل کنبہ کیلئے ٹکٹ میں ۱۰ فیصد رعایت
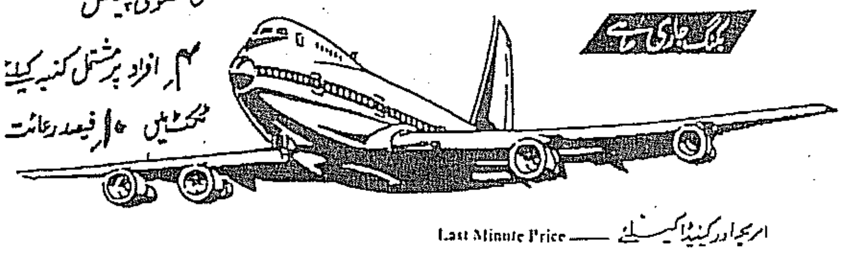
امریکہ اور کینیڈا کیلئے Last Minute Price
سٹٹگارٹ میونخ ہمبرگ Düsseldorf سے کراچی ab 980,-
عمرہ یا حج کی ادائیگی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے۔ پاکستان جاتے ہوئے اس اہم ترین سفر کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے اور اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے۔ مسافروں کا آرام ہمیشہ ہماری اولین ترجیح رہا ہے
آپ جرمنی کے کسی بھی ائیرپورٹ سے براستہ فرینکفرٹ ڈائریکٹ لاہور اور اسلام آباد فضائی سفر کر سکتے ہیں
نیز ہمارے ہاں انگریزی اور اردو کا جرمن زبان میں ترجمہ کروانے کا بندوبست بھی موجود ہے
آپ کی خدمت کے منتظر
منیر احمد چوہدری (ائیرپورٹ سوشل ٹیسٹ) عبدالسمیع (ونیٹے وکیل والے)
Indo - Asia Reisedienst
Am Hauptbahnhof 8-60329 Frankfurt
Tel. : 069 - 236181

(آٹھویں قسط)

سوال و جواب

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر اہتمام مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۹۵ء کو محمود ہال لندن میں ایک مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں بعض غیر از جماعت احباب نے بھی شمولیت فرمائی۔ اس موقع پر معزز مہمانوں کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو افادہ احباب کے لئے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر پیش کر رہا ہے۔ اسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے مرتب کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (مدیر)

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے حیات مسیح کا مسئلہ چھیڑ دیا اور کہنے لگے قرآن پاک کی اس آیت کے مطابق جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں آتی ہے کہ رفعہ الی السماوات تو اس سے تو ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا ایک تو معذرت کے ساتھ میں عرض کرتا ہوں کہ چند منٹ باقی رہ گئے ہیں اس لئے آپ میری بات سن لیجئے۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ کہیں نہیں آیا کہ رفعہ الی السماوات۔ یہی تو ہم بڑی دیر سے شور مچا رہے ہیں کہ خدا کے لئے قرآن کریم میں ان کے آسمان پر اٹھا لینے کا لفظ دکھاؤ تو سہی۔ البتہ قرآن کریم میں یہ آیا ہے "وماقتلوہ یقیناً" وہ ہرگز مسیح کو قتل نہیں کر سکے "بل رفعہ اللہ الیہ" اللہ نے اس کا رفع اپنی طرف فرمالیا۔ سماء کا اشارۃً بھی ذکر نہیں۔ اب اگر اللہ کی طرف رفع منسوب ہو تو جسمانی حرکت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جہاں مسیح تھا وہاں خدا تھا۔ جہاں انسان یا کوئی وجود بھی ہے وہاں خدا ہے۔ فرمایا "اینما تولوا فثم وجہ اللہ" جس طرف بھی تم منہ کرو اللہ کا چہرہ اس طرف ہے۔ تو اگر کوئی انسان ایک طرف سے دوسری طرف حرکت کرے تو ایک طرف بظاہر خدا کی طرف جا رہا ہوگا، دوسری طرف خدا سے دور بھی جا رہا ہوگا تو رفع الی اللہ کا مضمون جو ہے وہ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی موجود ہے۔ اس سے روحانی مدارج کی ترقی کا معنی ملتا ہے جسمانی حرکت نہیں۔ مثلاً بلعم باعور کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض" (الاعراف: ۱۷۷)، بلعم باعور میں کچھ اچھی باتیں بھی تھیں اس کی ان صلاحیتوں کے پیش نظر "ولو شئنا" اگر ہم چاہتے "لرفعناہ بھا" ہم اس کا رفع فرما لیتے "ولکنہ اخلد الی الارض" لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ اب آپ غور کر کے دیکھ لیں۔ رفع کا اگر جسمانی رفع معنی ہو سکتا ہے تو یہاں زیادہ ضروری ہے کیونکہ زمین کی طرف جھکنے کا مخالفانہ مضمون بھی موجود ہے۔ لیکن سب لوگ جانتے ہیں کہ دنیا داری کی طرف جھکنا زمین کی طرف جھکنا ہے اور جب خدا رفع فرماتا ہے تو درجوں کی بلندی مراد ہوتی ہے۔ روحانی مدارج کی ترقی کا مضمون ہوتا ہے۔ اب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دو سجدوں کے درمیان ہمیں دعا سکھائی۔ سب فرقے تو یہ دعا نہیں کرتے مگر اکثر فرقے یہ دعا کرتے ہیں۔ اس دعا میں یہ بھی ہے کہ "وارفعنی" اے اللہ! میرا رفع فرما دے۔ تو اگر رفع کا مطلب لفظی طور پر آسمان پر اٹھانا ہے تو کیا وہ مومن ایک ہی سجدہ سے ایسا عاجز آگیا کہ سجدہ سے باہر نکلتے ہی کہا اے خدا! بس اگلا سجدہ نہ کروا۔ مجھے یہیں سے اوپر اٹھا لے۔ کوئی سوچتا ہی نہیں کہ یہاں رفع کا کیا موقع ہے۔ رفع کا یہ موقع ہے کہ وہ خدا کے حضور ذلیل ہو گیا، سر مٹی میں ملا دیا تو اس کا طبعی تقاضا ہے کہ اس کے درجے بلند کئے جائیں۔

احمدی نام کیوں اختیار کیا گیا

پروفیسر صاحب کا آخری سوال جماعت احمدیہ کی وجہ تسمیہ کا بارہ میں تھا۔ انہوں نے کہا ہمیں کوئی محمڈن کہتا ہے تو ہم Refute کرتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں! ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہے تو آپ کے ہاں لفظ احمدیت کو کیوں استعمال کیا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب لکھی ہے جس میں وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اسلام ہی اصل نام ہے مگر میں احمدی مسلم اس لئے کہتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دو شانیں مذکور ہیں۔ ایک محمدی شان ہے اور ایک احمدی شان ہے۔ شان احمدیت کی مماثلت مسیحیت سے ہے اور شان محمدیت کی مماثلت موسیٰؑ سے ہے۔ آپؐ کے پہلے دور میں محمدی شان نے جلوہ دکھانا تھا اگرچہ بیک وقت محمدؐ اور احمدؐ آپ ہی تھے۔ مگر دوسرے دور میں احمدی شان نے جلوہ گر ہونا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تائید میں گزشتہ عظیم مجددین کے حوالے دئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی یہ لکھتے ہیں کہ آخرین کا جب وقت آئے گا تو شان محمدیت کا رفع ہو جائے گا اور شان احمدیت ظہور کرے گی۔ اب وہ بزرگ جنہوں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا انہوں نے اپنے نفس کی خاطر یہ باتیں ایجاد نہیں کیں۔ یہ ادوار ہوتے ہیں جیسے موسیٰؑ کی امت موسوی ہی تھی مگر اس کا ایک مسیحی دور مقرر تھا اور موسیٰؑ نے جو پیش گوئی کی محمدؐ نام سے کی۔ مسیحؑ نے جو پیش گوئی کی وہ احمدؐ نام سے کی۔ پس لازماً مسیحی دور میں آپؐ کی احمدی شان نے جلوہ گر ہونا تھا، اس لئے اس طرف اشارہ کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنا نام احمدی رکھو۔ میرے نام پر نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نام احمدؐ کی برکت کے لحاظ سے۔

تمام مسلمان فرقے احمدیوں کے خلاف متحد کیوں ہیں؟

ایک صاحب کے سوال پر کہ تمام مسلمان فرقوں کا احمدیوں کے خلاف ہونے کی وجہ کیا ہے۔ حضور نے فرمایا اس کا جواب میں دے چکا ہوں۔ ان کا متحد ہونا ہمارے خلاف نہیں بلکہ حق میں جاتا ہے۔ کیونکہ متحد ہو کر انہوں نے فیصلے کیا کئے۔ ایک فیصلہ متحد ہو کر یہ کیا کہ ان کو کلمہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ ایک فیصلہ یہ کیا کہ ان کو اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی اجازت نہیں۔ ایک فیصلہ یہ کیا کہ ان کو مسجدیں بنانے کی اجازت نہیں۔ ایک فیصلہ یہ کیا کہ ان کو اذان دینے کی اجازت نہیں۔ ایک فیصلہ یہ کیا کہ ان کو حج کرنے کی اجازت نہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ میرپور آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے مہمان کے سوال کے جواب میں میں وجہ بیان کر چکا ہوں۔ جب کوئی خدا کی طرف سے بھیجا ہوا مقبول ہونے لگتا ہے اور علماء کی پیش نہیں جاتی کہ اس کا رستہ روک سکیں تو وہ پھر پہلے سے بڑھ کر روکیں کھڑی کرتے ہیں اور وہ مسلمان فرقے جو ایک دوسرے کے خون کو مباح قرار دیتے تھے ان کا اس بات پر اتفاق کر جانا کہ ہم اپنے اختلافات کے باوجود مسلمان کہلانے کا حق رکھتے ہیں اور احمدی نہیں رکھتے ان کی بد دیانتی کو ظاہر کر رہا ہے نہ کہ ان کے تقویٰ کو ظاہر کر رہا ہے۔

اب آپ سوچئے کہ بریلویوں کے متعلق دیوبندی کیا کہا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بریلوی پکے مشرک ہیں۔ ان کے شرک میں ادنیٰ سے شک کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اور شیعوں کے متعلق کہتے تھے کہ جو خلافت راشدہ کے اول تین خلیفوں کا منکر ہے وہ اسلام ہی کا منکر ہے، وہ منافق ہے، وہ آیت استخلاف کے سچا ہونے کی راہ میں حائل ہے۔ یعنی اس کا عقیدہ یہ بنا کہ خدا نے تو وعدہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد خلافت کو جاری فرمائے گا اور آنکھیں بند کرتے ہی منافق سوار کر دئے۔ وہ کہا کرتے تھے اور ابھی بھی کہتے ہیں کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر جب تمام مسلمان فرقے اس بات پر اکٹھے ہو گئے کہ اسلام کی ایسی تعریف کرتے ہیں کہ سوائے احمدیوں کے کوئی مسلمان اسلام سے باہر نہ جائے تو ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔ ان کی منافقت ثابت ہو گئی اور یہ منافقت کچھ دیر کے لئے دبی رہی ہے اب پھر اچھل پڑی ہے۔ اب پاکستان میں سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کے نام پر جو فساد برپا ہو گیا ہے یہ بتا رہا ہے کہ اس وقت جب یہ اکٹھے ہوئے تھے ان کی اس سرشت میں اس وقت جھوٹ داخل تھا۔ کیونکہ اب وقت ختم ہونے کو ہے اس لئے مختصر جواب دے سکتا ہوں۔ اس سے ملتے جلتے جواب پہلے آ چکے ہیں۔

حضور نے فرمایا جہاں تک سعودی عرب کی حکومت کی طرف سے احمدیوں کو حج کرنے پر پابندی کا سوال ہے اس کا جواب بھی میں پہلے دے چکا ہوں۔ حضور نے سائل سے دریافت فرمایا کہ آیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر حج کرنے پر پابندی لگی تھی یا نہیں۔ سائل نے کہا لگی تھی۔ حضور نے دریافت فرمایا کیوں لگی تھی؟ خانہ کعبہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت کی خاطر قائم کیا گیا تھا۔ اس عالمی مذہب کی خاطر قائم ہوا تھا اور پابندی کس پر لگتی ہے محمد رسول اللہؐ پر اور آپؐ کہتے ہیں "ما انا علیہ واصحابی" ان کو میرے حالات سے پہچاننا اور اگر ہم پر حج جائز رکھا جاتا تو ہماری یہ مشابہت پوری نہیں ہونی تھی۔ اس لئے اول سے آخر تک جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کیا گیا وہ آج جماعت احمدیہ سے کیا گیا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں کسی ایک بھی فرقے سے یہ سلوک نہیں ہوئے۔

ایک مہمان کا اظہار تحسین و تشکر

مجلس کے آخر پر مہمانوں کی نمائندگی میں محترم نواب زادہ حمیداللہ جنگ صاحب کی طرف سے جب حضور کا شکریہ ادا کیا جانے لگا تو حضور نے فرمایا میری اور ان کی بڑی محبت ہے اس لئے میں صرف اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں نعوذباللہ یہ میری تعریف نہ شروع کر دیں۔ اس لئے اگر مختصر سا صرف جو رسمی طریق ہوتا ہے اس پر شکریہ ادا کریں تو میں ان کا ممنون ہونگا ورنہ میرے لئے بڑا Embarrassing ہوگا۔

نواب زادہ صاحب نے فرمایا اب حضور نے تو راز فاش کر دیا۔ ناچیز و نا اہل کے سپرد جو فریضہ کیا گیا ہے کہ میں تحسین و تشکر پیش کروں تو میں تو حضور پر نور کا عاشق ہوں۔ میں غیر احمدی ہوں یہ سامعین کو معلوم ہونا چاہئے لیکن آپ میرا مرکز عشق ہیں اور ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا، بہت مشکل کام ہے۔ میں مختصراً بس یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اس وقت عالم اسلام میں حضور کی شخصیت ایسی باوقار اور بابرکت ہے کہ اس کی قیادت میں چھوٹی سی جماعت نے جو کارنامے کر کے دکھائے اسلام کی تبلیغ اور اس کی بالادستی کے لئے جو قربانیاں دیں جن میں میں چاہتا ہوں کہ انکار کروں لیکن نہیں کر سکتا، وہ عدیم المثال قربانیاں ہیں کہ جو واقعی قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دیتی ہیں اور کسی نے کیا خوب کہا تھا مجھے یاد تو نہیں آتا کہ اذاں بھی دی کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں، کبھی یورپ کے کلیساؤں میں اور بحر قلزم میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے۔ لیکن حضور یہ پہلی جماعت ہے جس نے اگر ہم ڈش انٹینا کا ذکر کریں تو آسمان پر بھی کمند ڈال دی ہے۔ تحسین تحسین۔

اب حضور یہاں پر میرے حبیب اور بہت دوست بھائی لقمان میاں نے کہا آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ حضور ہمارے لئے ایک خزانہ ہیں۔ تو حضور میں بتاتا ہوں کہ آپ انہی کا خزانہ نہیں ہیں ہمارا بھی خزانہ ہیں۔ دل بہت چاہتا ہے کہ اس خزانہ کو لوٹ لیں لیکن اللہ توفیق دے اور ہمارا ظرف بڑھا دے۔

حضور انور نے فرمایا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ خزانہ جتنا چاہیں لوٹیں اگر یہ خدا کا عطا کردہ ہے تو ختم نہیں ہوگا۔ جو خزانے خدا دیتا ہے وہ ختم نہیں ہوا کرتے۔

نواب زادہ صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا، حضور اپنے اپنے ظرف کی بات ہے۔ اس تھوڑے سے وقفے میں حضور نے جو حکیمانہ تحلیل و تجزی کے ذریعہ اسلام پر روشنی ڈالی ہے وہ ایک ادنیٰ سی مثال تھی کہ واقعی اس عمیق علم کی اور اس وقت عالم اسلام کا حال دیکھ کے کسی شاعر نے کہا۔

رشتہ الفت میں ان کو گر پرو دیتا تو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

حضور! اس جماعت کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کچھ کیمیائی اثر ہے کہ وہ راز معلوم ہو گیا ہے کہ جس راز کے ذریعہ یہ تسبیح کے دانے پھر جڑتے چلے جاتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا، ماشاء اللہ، بہت عمدہ، آپ کی فصاحت و بلاغت تو ماشاء اللہ وہ تسبیح کے دانے پرونے کی مثال تازہ کر رہی ہے۔

نوابزادہ صاحب نے فرمایا، حضور بس کرتا ہوں وقت کی کمی ہے۔

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مدتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جزاکم اللہ احسن

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۵۰)

کینسر کیوں ہوتا ہے؟ اس کے علاج کے بعض اہم اصولوں کا تذکرہ

کینسر پر ریسرچ کرنے والے احمدی ان خطوط پر ریسرچ کریں

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۶ دسمبر ۱۹۹۴ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(لندن: ۶ دسمبر ۱۹۹۴ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ہومیو پیتھی کلاس میں فرمایا کہ کل کی کلاس میں انٹی ڈوٹ کے بارے میں بحث تھی اور یہ کہ اگر جسم رد عمل نہ دکھائے یا بیماریوں کی علامتیں مل جل جائیں تو ان کو واضح کس طرح کیا جاسکتا ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ اسبارہ میں بائن من لکھتا ہے جب اوپیم (OPIUM) بہت چھوٹی طاقت ایک، دو یا تین میں دی جائے اور بارہ گھنٹوں میں دو تین دفعہ دی جائے تو بیماری اپنی اصلی صورت کو نمایاں کر دیتی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا میں نے اس بارے میں یہ بتایا تھا کہ نکس وامیکا اور سلفر بیماری کی علامتیں کھولنے میں نمایاں کام کرتی ہے۔ نکس وامیکا بعض صورتوں میں ٹھیک بھی کر دیتی ہے۔ سلفر دوائی کے رد عمل کو بحال بھی کر دیتی ہے۔ اور از سر نو جسم اس بیماری کے خلاف رد عمل دکھاتا ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا ہومیو پیتھی میں اگر یہ محسوس ہو کہ گویا کسی دوائی کی عادت پڑگئی ہے اور اس کا اثر نمایاں نہ ہو تو دو ہی طریقے ہیں یا تو یہ کہ دوا کی پوٹینسی کو اونچا کردیا جائے یا پھر ضرورت پڑے تو دوا دوہرا دی جائے اور جب دیکھیں کہ بار بار دہرانے سے بھی اثر کم ہوتا ہے تو پوٹینسی اونچی کرکے دی جائے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ پوٹینسی وہی رہنے دی جائے اور بیچ میں ایسی دوا دی جائے جو رد عمل کو بحال کردے۔ اس سلسلہ میں سلفر بہترین دوا ہے اور اس میں جسم کی بے حسی کا علاج ہے۔

حضرت صاحب نے اپنی بات کو دوبارہ وضاحت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض دوائیں اس لئے دی جاتی ہیں کہ بعض دوسری دوائیں کام چھوڑ جاتی ہیں یا بعض جسم ایسے ہوتے ہیں جو کسی دوا کے خلاف رد عمل نہیں دکھاتے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

ایسی صورت میں بائن من کے نزدیک چھوٹی طاقت میں اوپیم حسی طاقتوں کو ازسرنو پیدا کرنے کا کام کرتی ہے۔ دوبارہ حرکت دے دیتی ہے۔ یہ جسم کی طاقت کو نہ صرف بحال کر دے گی بلکہ بیماری کے نقوش کو بھی نمایاں کردے گی تاکہ اس کے مطابق دوا کی تلاش اور علاج میں آسانی ہو۔

حضرت صاحب نے فرمایا اس ضمن میں میرے ذاتی تجربے میں سلفر بے حسی کو دور کرنے کے لئے چوٹی کی دوا ہے اور دوا کی اصل علامتیں کھل کر دوبارہ کام شروع کردیں گی۔ بعض دفعہ کئی دوائیں اکٹھی دینے سے رد عمل مل جل جاتے ہیں اور ایک نئی شکل نظر آنی شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے گڈمڈ مرض کو گویا استری کرکے ہموار کرنے کا کام سلفر کرتی ہے۔

سلفر خود زودحس بھی ہے اور یہ بے حسی کو صرف دور ہی نہیں کرتی۔ اس کی زودحسی جلد کے کناروں پر موجود نسوں سے تعلق رکھتی ہے۔ وہاں اگر زودحسی پائی جائے تو سلفر اس کا علاج ہے۔ اس کی کچھ علامتیں زنکم (ZINCUM) سے ملتی ہیں۔

زنکم بہت زودحس دوا ہے۔ اگر یہ ہومیوپیتھک طاقت میں دوا دی جائے اور نارمل طریق پر بار بار دوہرائی جائے تو بعض اوقات جسم ہومیو علامتیں ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن اگر اس کو زنک کی ضرورت ہو تو مریض اس کی ایک دو خوراکوں کے بعد وہ علامتیں ظاہر کرنے لگ جاتا ہے جن کے ٹھیک کرنے کے لئے وہ دوا دی گئی تھی مثلاً اگر سلفر دی جائے تو خیال یہ ہوتا ہے کہ سر کی چوٹی اور پاؤں کی جلن دور ہوگی لیکن دور ہونے کی بجائے جلن پیدا ہو جائے۔

برائیونیا اس خیال سے دی جائے کہ قبض ختم ہوگی اور پیاس کم ہوگی مگر برائیونیا سے اس کی بجائے قبض پیدا ہو جائے اور پیاس بھڑک اٹھے۔

یعنی ایسا مریض جو وہی علامتیں ظاہر کرے جن کو دور کرنے کے لئے دوا دی جا رہی ہو تو زنکم دینے سے جسم صحیح رد عمل دکھانے لگ جائے گا۔

اسی لئے آپٹیکل NERVE (آنکھ کے عصبہ) پر زنک کا بہت اثر ہوتا ہے۔ آنکھوں کے ساتھ باریک اعصابی ریشے ہوتے ہیں ان پر زنک کا بہت اثر ہوتا ہے۔ تھوڑی سی بھی IRRITATION ہو جائے تو زنک بڑی جلدی اور تیزی سے اثر کرتی ہے۔

زنک کے مریض کے رات کو پاؤں بے چین ہوتے ہیں، انکو حرکت دیتا رہتا ہے اسے سکون نہیں ملتا۔ میرے نزدیک یہ ایک عضو کی بے چینی ہے۔ ہر عضو میں جہاں اعصاب حساس ہوں یہ بے چینی ہوسکتی ہے۔ بعض فالجوں میں زنک دیں تو جسم رد عمل دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ سارے جسم میں شدید بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ فالج بحال ہو رہا ہو تو TINGLING ہوتی ہے۔ جس ریشے یا نس پر بھی زنک اثر دکھائے، بیماری ٹھیک ہو رہی ہو وہاں شعور آتے ہی بڑی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ زنک کے بارے میں ایک ضمنی بات کا بیان تھا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا کوئی ایسا مستقل علاج ہے کہ کینسر پیدا ہی نہ ہو، فرمایا کہ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ کینسر پیدا کیوں ہوتا ہے۔ متفرق وجوہات ہیں جن سے کینسر پیدا ہوتا ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا قرآن کریم کے حوالے سے کینسر کو سمجھنا آسان ہے۔ یہ باغی ہے۔ بغاوت کرتا ہے۔ جس طرح شیطان نے نظام قبول کرنے سے صاف انکار کردیا اور پھر ایسے شیطان کی باتیں لوگ جلدی ماننے لگ جاتے ہیں۔ جہاں یہ پہنچ جائے پھر اس کے خلاف جسم کا طبعی رد عمل نہیں ہوتا۔ شیطان کی طرح انسانی خلیوں میں اعتدال کا جو نظام ہے اس کو کام نہیں کرنے دیتا۔

حضرت صاحب نے فرمایا جو چیز نظام سے باغی ہو اسے کینسر کہتے ہیں۔ پھر کینسر کو باغی شیطان کے طور پر حکومت ملتی ہے اور قرآنی اصول کے مطابق اسی قسم کے بندوں پر اس کو حکومت ملتی ہے۔ خدا کے بندوں پر اس کو حکومت نہیں ملتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے بیماری ہوتی ہے اس کے بعد کینسر ہوتا ہے۔ انسان کے جسم میں اس کی وجوہات ایسی دوائیں ہیں مثلاً انٹی بائیوٹک ادویہ ہیں جو بیماری کو نوچ پھینکتی ہیں مگر جسم کا اپنا اس میں کوئی عمل نہیں ہوتا، جسم سویا رہتا ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا ہر انسانی جسم میں کینسر کا مادہ ہوتا ہے۔ چونکہ جسم مقابلہ کرتا ہے اس لئے اس کو بڑھنے نہیں دیتا۔ وہ جسم جو کینسر کے مقابلے کی طاقت چھوڑ دیتا ہے اس پر کینسر کے ذرات یا رجحانات قبضہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت صاحب نے فرمایا اس لئے کوئی ایک دوا ایسی نہیں ہوسکتی۔ بعض عادتیں، بعض غذائیں، دیکھ بھال کی طرز کہیں انٹی بائیوٹک دواؤں کے اثرات اس کا سبب بن جاتے ہیں۔ علامتوں کے بغیر ہم اسے نہیں پہچان سکتے۔

کینسر پر ریسرچ کی ایک نئی تجویز

حضرت صاحب نے فرمایا اس مضمون پر غور کرتے ہوئے میں نے ایک اور تجویز سوچی ہے احمدیوں کو اس پر ریسرچ کرنی چاہئے۔

کینسر کے بارے میں یہ بات طے ہے کہ جب جسم میں ایک قسم کا کینسر آتا ہے تو دوسری قسم کا کینسر نہیں آتا۔ اگر ایسے مریض کے جسم میں جو کسی دوا سے قابو میں نہ آتا ہو ایک اور قسم کا کینسر کسی طرح داخل کردیا جائے تو دونوں کینسر آپس میں لڑنا شروع کردیں گے اور آپس میں لڑ لڑ کر یا مرجائیں گے یا کمزور ہو جائیں گے اور جسم کو اس پر غلبہ پانے کا موقعہ مل جائے گا۔

حضرت صاحب نے فرمایا یہ محض ایک نظریہ ہے کوئی تجربہ نہیں۔ قرآن بھی شریروں کے ذکر میں فرماتا ہے کہ اللہ خبیثوں کو آپس میں لڑا دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ایک اور طریق پر اس کو استعمال کیا۔ سل کے مرض میں جو دواؤں کے قابو میں نہ آتا تھا اور مریض بڑی تکلیف دہ حالت میں تھا انہوں نے مصنوعی طور پر ٹانگ پر ایسی صورت حال پیدا کردی کہ جو بہت تکلیف دے رہی تھی۔ سارے جسم کی توجہ اس طرف ہوگئی اور سل کے اندر جو نقصان پہنچانے کا ملکہ تھا وہ ختم ہوگیا۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ کینسر کا علاج یہ ہے کہ جسم کے IMMUNE سسٹم کو کیسے بحال کرنا ہے۔ جس قسم کا کینسر ہے اس قسم کی دوا ملے جو بعینہ ویسا ہی اثر رکھتی ہو اور اسے اونچی طاقت میں دیا جائے تو جسم اس کے خلاف رد عمل دکھائے گا۔

اونچی طاقت کے بارے میں حضرت صاحب نے فرمایا یہ بعض اوقات VIOLENT (متشددانہ) اثر بھی کرتی ہے لیکن بعض دفعہ ہلکا اثر کرکے رفتہ رفتہ بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا اونچی طاقت وہاں VIOLENT ہوکر نقصان کرتی ہے جہاں پر جسم میں طاقت نہ ہو بیماری سے کمزور ہوچکا ہو۔ اگر جسم کی مجموعی طاقت دوا کے رد عمل کی طاقت سے کم ہو تو پھر جسم میں ہنگامہ ہو جائے گا۔

بعض ادویہ مثلاً کلکیریا کارب اگر C.M. میں دیں تو ہنگامہ پیدا نہیں کرتی کیونکہ اس دوا کا مزاج آہستہ آہستہ اثر کرنے والا ہے۔ دوا کی رفتار ہلکی ہے مثلاً رحم کا نیچے گرنا ہو، ہر عضو ڈھیلا ہو، پھوڑے گہرے ہوں تو کلکیریا کارب مؤثر ہوگی وہ آہستہ آہستہ مؤثر اور طاقتور اثر کرے گی۔ اس لئے کلکیریا کارب اونچی طاقت میں بےشک دیں۔ آہستہ آہستہ وقت لے کر اثر کرے گی۔

کینسر میں اونچی طاقت اس لئے ضروری ہے کہ سارے جسم کی غفلت نے اسے بےحس کردیا ہوتا ہے۔ اس نے حالات سے صلح کرلی ہوتی ہے جس کی اجازت نہیں۔ ہمارے جسم کی شریعت ہمارے DNA میں موجود ہے جو اس کی اجازت نہیں دیتی۔ جب جسم بیماریوں سے صلح کر لے آرام طلبی میں راضی ہو جائے تو شیطان کا قبضہ کرلینا لازمی ہے۔ کینسر اسی صورتحال میں پنپتا ہے۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لئے جو کیا جانا ضروری ہے اس پر توجہ کی جائے۔ اس کے بغیر بیماری کا علاج کرنا غلط ہے۔

حضرت صاحب نے اس بات کو قوموں پر بھی چسپاں فرمایا کہ جب قوموں میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور ملک کی ساری اخلاقیات تباہ ہو جاتی ہیں ایک ایک رگ میں ظلم بھر جاتا ہے اور اصل بیماریوں سے توجہ ہٹا دی جاتی ہے تو پھر کینسر قوموں پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اس صورت میں جب تک توجہات درست نہ ہوں گی قوموں کا کینسر بھی دور نہ ہوگا۔

ایسی صورت حال کی اصلاح کے لئے کسی بہت بڑے ابتلاء، بڑی تنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے جو انذار کرے یا اس کی توجہ تبشیر کی طرف کر دی جائے۔ اور جب بشیر اور نذیر کا انکار کیا جاچکا ہو تو پھر کینسر کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ جو بھی سنجیدگی سے ان باتوں پر غور کرے وہ اس کی سچائی کا قائل ہو جائے گا۔ سطحی اقدامات جس طرح چھوٹی چھوٹی دوائیں دی جاتی ہیں وہ اصل کینسر کو دور نہیں کرتیں صرف اس کے اثرات اور تکالیف کو کسی قدر کم کردیتی ہیں۔ اس کے علاج کے لئے اونچی طاقت کی طاقتور دوا دی جاتی ہے جو رفتہ رفتہ اثر کرکے لمبی جدوجہد کرتی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کینسر کے علاج کا ایک دوسرا اصول یہ ہے کہ جسم میں جو حصے کینسر سے متاثر نہیں ہیں اور صحتمند ہیں ان پر کام کیا جائے۔ جو حصے بےحس اور شل ہوچکے ہیں اس کی سطح پر کام کرنا مشکل ہے۔ اس اصول کے مطابق صحت مند حصوں کو کام میں لاکر بیمار حصوں کے خلاف استعمال کیا جائے، اس سے بھی کامیابی ہوسکتی ہے۔

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

Kenssy
Fried
Chicken

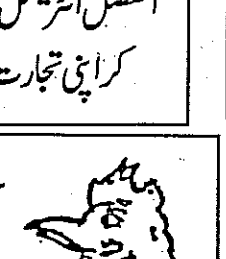

TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

مسلمان سمجھا جائے گا، تمام قوانین اسلامی ان پر نافذ کئے جائیں گے۔ فرائض و واجبات دینی کے التزام پر انہیں مجبور کیا جائے گا اور پھر جو کوئی دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھے گا اسے قتل کر دیا جائے گا"۔

("مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" صـ ۷۵، ۷۶)

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں میں

"فکر مودودی" کا تیسرا اور اہم ترین عنصر روح اسلام سے بے وفائی بلکہ غداری ہے۔ مودودی صاحب کے پرستار انہیں "مفکر اسلام" اور "فاتح دار" اور "خدا کا شاہکار" اور خدا جانے کیا کچھ کہتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان کے "مرشد" نے اپنی مطلب براری کے لئے کسی مرحلہ پر بھی اسلام کو داؤ پر لگانے سے دریغ نہیں کیا۔ انہوں نے پاکستان کی انتخابی سیاست میں قدم رکھتے ہوئے یہ ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ اسلام میں موجودہ پارٹی سسٹم اور اسمبلی کے لئے امیدواری کی کوئی گنجائش نہیں (پمفلٹ جماعت اسلامی کی انتخابی جدوجہد) مگر لیلائے اقتدار کو قریب تر دیکھ کر اسلام کے اس نقطہ کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور پوری جماعت کو الیکشن میں جھونک دیا۔ مودودی صاحب نے نومبر ۱۹۵۲ء میں اپنے رسالہ "اسلامی دستور کی بنیادیں" کے صفحہ ۸ پر قرآن و حدیث کے حوالے سے واضح کیا کہ:

"مملکت میں ذمہ داری کے مناسب (خواہ وہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رکنیت یا مختلف محکموں کی ادارت) عورتوں کے سپرد نہیں کئے جا سکتے۔ اس لئے کسی اسلامی ریاست کے دستور میں عورتوں کو یہ پوزیشن دینا یا اس کے لئے گنجائش رکھنا نصوص صریحہ کے خلاف ہے"۔

(بحوالہ مودودی مذہب صـ ۱۲۶)

لیکن جب ۱۹۶۴ء میں ملکی انتخابات کا مرحلہ آیا تو صدر ایوب کے مقابل پر محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کر کے اس "داعی حق" نے "اسلامی دستور" کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور خوارج کے حسن بن صباح کی تحریک کے نقش قدم پر چل کر اسلام کو بازیچہ اطفال بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یہ "اسلام پسندوں" کے قافلہ سالار ہی تھے جن کا "نام نہاد اسلام" صدر ایوب جیسے محب وطن اور عظیم لیڈر کے مارشل لاء کو تو شرعی جواز فراہم نہ کر سکا مگر اس نے ضیاء الحق جیسے بدترین آمر اور بزعم خود "قادر مطلق" کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور اس کی بی ٹیم بننا گوارا کر لیا۔

اس شخص کا دور حکومت پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین باب تھا۔ اس کے ظلم و بربریت نے ہلاکو اور چنگیز خان کی خونی یادیں تازہ کر دیں اور دنیا بھر میں رحمت للعالمین کے پیارے دین کو عالمی سطح پر نشانہ تضحیک بنایا گیا۔

فروری ۱۹۸۱ء میں کیتھولک لیڈر پوپ جان پال دوم کراچی میں آئے تو اسلام کے اس چیمپئن اور اسلام پسندوں کے "امیرالمومنین" نے ان کا عقیدتمندانہ استقبال ہی نہیں کیا بلکہ ان کے حضور دعا کی بھی عاجزانہ درخواست کی۔ یہ پوری تفصیل مندرجہ ذیل کتاب میں موجود ہے۔

The Vatican, Islam and the Middle East p.287 by Kail C. Ellis, - First Edition 1987 New York

علامہ اقبال کیا خوب فرماتے ہیں ۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

جناب طفیل محمد صاحب کے انٹرویو پر یہ تبصرہ نامکمل رہے گا اگر یہ نہ بتایا جائے کہ میاں صاحب نے آج سے بتیس برس قبل ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ "اگر کسی جماعت یا تحریک کا مستقبل اس ملک میں روشن ہے تو وہ صرف تحریک اسلامی اور جماعت اسلامی ہے"۔

(تحریک اسلامی صـ ۳۱۹، مرتبہ خورشید احمد)

اس پیش گوئی کو بہر صورت پورا کرنے کے لئے میاں صاحب نے اپنے عہد امارت میں ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مثلاً یحیٰ خان جیسے حکمران کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے کہا کہ صدر یحیٰ خان خود ہی اسلامی قانون بنا دیں ان کا اسلامی قانون مثالی ہوگا۔

(نوائے وقت ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء)

اس ادعا کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے؟؟ لندن کے ہفت روزہ اخبار "وطن" (۱۹ مئی ۱۹۷۴ء) نے یہ انکشاف کیا کہ یحیٰ خان نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے لئے چار کروڑ کا خفیہ فنڈ قائم کیا تھا جسے مختلف سیاسی جماعتوں میں تقسیم کیا گیا۔ جس میں ۶۵ لاکھ جماعت اسلامی کو دیا گیا۔ (بحوالہ "بھٹو، ضیاء اور عوام" صـ ۱۴۳، ۱۵۷ از سردار شوکت علی، ناشر فرنٹیئر پوسٹ پبلیکیشنز لاہور)۔

مودودی صاحب نے اپنے رسالہ "خطبات" میں سعودی حکمرانوں کو بنارس اور پنڈتوں سے تشبیہہ دی اور "مہنت گری اور ان کے "دلالوں" پر کڑی تنقید کی۔ مگر میاں طفیل محمد صاحب مدت سے انہی کے کاسہ لیس بنے ہوئے ہیں اور کاسہ گدائی لے کر ہر سال ان کی درگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ جناب مودودی صاحب کے صاحبزادے حسین فاروق صاحب مودودی تحریک اسلامی کے رفقاء کے نام ایک کھلے خط میں لکھتے ہیں:۔

" جماعت اسلامی کے اکابرین اپنی دنیا بنانے پر لگے ہوئے ہیں ان میں بیشتر لکھ پتی ہو چکے ہیں اور کروڑ پتی بننے کے خواہش مند ہیں .... مولانا خلیل حامدی صاحب نے سعودی عرب سے ویزے لا کر ان کی غیر اخلاقی اور ناجائز فروخت تک کا کام اس "منصورہ" میں بیٹھ کر کیا ہے"۔

(بحوالہ "بھٹو، ضیاء اور عوام" صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

میاں صاحب نے پاکستان کے بدنام زمانہ آمر ضیاء الحق کی یہاں تک چاپلوسی کی کہ (معاذاللہ) اس نے حضرت علیؓ کے بعد سب سے بڑا قدم اٹھایا ہے۔ (نوائے وقت ۷ دسمبر ۱۹۷۸ء صـ ۱)۔ اس غاصب کے زمانہ میں "جہاد افغانستان" کے نام پر امریکہ سے ڈالروں کی بارش ہوئی جس میں سب سے زیادہ حصہ مودودی جماعت ہی کو ملا۔ ضیاء الحق نے بھی ریفرنڈم اسی کے بل بوتے پر جیتا۔ عرصہ ہوا پاکستان کے مشہور صحافی جناب مجیب الرحمان شامی نے ایک ملاقات کے دوران میاں صاحب سے ذکر کیا کہ ریفرنڈم بہت متنازعہ رہا ہے۔ مختلف سیاسی حلقوں کی طرف سے بار بار الزام لگایا جاتا ہے کہ لوگوں نے اس میں ووٹ نہیں دیئے۔ پولنگ افسروں نے خود ہی پرچیاں پھاڑ پھاڑ کر بکسوں میں ڈال دیں۔ میاں طفیل محمد صاحب نے کمال سادگی سے فرمایا:

" یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا بھر میں ریفرنڈم اسی طرح ہوتے ہیں کہاں اس سے مختلف ہوا ہے ریفرنڈم۔ مصر میں، شام میں، عراق میں، ترکی میں، انڈونیشیا میں، کہاں ریفرنڈم ایسا ہوا ہے جو اس سے مختلف ہو۔ تمام طبقوں نے اسے منصفانہ کہا ہو۔ ہر ریفرنڈم پر ملک کے اندر شدید تنقید کرنے والے موجود رہے ہیں۔ ریفرنڈم تو بس ریفرنڈم ہے جیسا کہ دوسرے ملکوں میں ہوتا ہے۔ ویسا یہاں بھی ہو گیا"۔

(قومی ڈائجسٹ جلد ۱۰ نمبر ۶ صـ ۲۲)

غرضیکہ میاں صاحب نے جماعت کے مستقبل کو درخشاں بنانے کے ہر قسم کے پاپڑ بیلے بایں ہمہ ان کے تازہ انٹرویو میں جماعت کے بارہ میں مایوسی کی نمایاں جھلک پائی جاتی ہے اور انہیں دبی زبان میں تسلیم کرنا پڑا ہے کہ نعیم صدیقی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے خروج سے جماعت ایک شدید بحران میں مبتلا ہو گئی ہے۔ انہوں نے تین سال قبل جماعت کی مرکزی شوریٰ کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا تھا (رسالہ "میثاق" لاہور اکتوبر ۱۹۹۲ء صـ ۱۱۲) اور "اسلامی فرنٹ" اور "پاسبان" کی نئی تنظیموں پر اعتراض کیا کہ اس میں قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت نے ہر رطب و یابس کو جمع کر لیا ہے نیز کہا کہ جو اثاثہ مودودی صاحب نے ۵۰ برس کی طویل جدوجہد میں اپنا خون جگر پلا پلا کر بنایا تھا اس کا بہت بڑا حصہ پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ (رسالہ "آئین" لاہور جنوری ۱۹۹۴ء صـ ۸ و ۱۲۔ رسالہ "میثاق" ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء صـ ۱۱۸)۔

رسالہ "ایشیا" لاہور (۵ مئی ۹۵ء) میں میاں صاحب کا یہ بیان درج ہے کہ "اب ہمارے ہزاروں کی تعداد میں کارکن ہیں ہم بے بسی کے عالم میں ہیں۔ (صـ ۳۸)۔ میاں صاحب کے تازہ انٹرویو کو اس عبرتناک ناکامی کے پس منظر میں پڑھنا چاہئے اور پھر ان کے درج ذیل الفاظ کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ کس طرح حق تعالیٰ نے ان کے قلم پر کلمہ حق جاری کر دیا ہے۔ میاں صاحب نے مودودی جماعت کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے:۔

" یہ لوگ اگر سو فیصد قرآن و سنت کی پابندی نہیں کرتے تو کم از کم ۶۰ سے ۷۰ فیصد تک تو اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھال لیں اس کے بغیر اگر اسلامی نظام مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا حشر وہی ہوگا جو روس میں کیمونزم کا ہوا۔

انقلاب انسان کے اندر سے ہوتا ہے باہر سے مسلط کیا ہوا انقلاب اس وقت تک چلتا ہے جب تک آپ لاٹھی لے کر مسلط رہیں۔ دل سے انقلاب وہ ہوتا ہے جو نبی لائے"۔

(زندگی ۲۲ تا ۲۸ ستمبر ۱۹۹۵ء صـ ۸)

یہ بھی عجیب خدائی تصرف ہے کہ میاں صاحب کے حالیہ انٹرویو کے ساتھ رسالہ "زندگی" (۲۲۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۵ء) نے اگلے ہی صفحہ پر جماعت اسلامی کے ایک قدیم رہنما جناب عبدالغفار حسن، سابق رکن اسلامی مشاورتی کونسل پاکستان کا مضمون بھی شائع کیا گیا ہے جو میاں صاحب کے انٹرویو کی طرح نہایت درجہ یاس اور قنوطیت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ آخر میں اس مضمون کا ایک مختصر اقتباس بھی ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ جناب عبدالغفار حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

" افسوس ہے کہ انقلاب قیادت یا انتخابی سیاست کے چسکے نے اس اہم تعمیری مثبت کام سے باز رکھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ نہ کوئی اہم تعمیری کام ہوا ہے نہ انقلاب قیادت کا تحفہ ملت کو مل سکا، بلکہ بحران پر بحران نظر آرہے ہیں۔ اس وقت جماعت حسب ذیل شعر کی مصداق ہے ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

فاعتبروا یا اولی الابصار"۔

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوائیے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینیجر)

کتابیں پڑھنے کے بعد لائبریری کو بھیج دیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا:

"افراد سے میں کہوں گا کہ آپ اپنی زندگی میں (اور آپ سے مراد وہ دوست ہیں جنہیں علم کا شوق ہے اور کتابیں خریدتے ہیں) بہت سی کتب ایسی بھی خریدتے ہیں کہ جب پڑھ لیتے ہیں تو ان میں آپ کو کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ پس ایسے دوستوں کو سوچنا چاہئے کہ ایسی کتاب میں ایک ہزار دوسرے آدمیوں کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس واسطے وہ ایسی کتب (خلافت) لائبریری میں بھیج دیں۔ ان کا اپنا شوق تو پورا ہو گیا......"۔

"اگر ہماری ساری جماعت اس طرف توجہ کرے اور ساری جماعت سے مراد پاکستان کی جماعت نہیں بلکہ ساری دنیا کی جماعتیں مراد ہیں جن میں کروڑ ڈیڑھ کروڑ سے بھی شاید زیادہ افراد ہوں۔ پس اگر دوست توجہ کریں، تو ہمیں سال میں ایک لاکھ کتابیں آسانی سے مل سکتی ہیں"۔

(روزنامہ الفضل، ۲ مئی ۱۹۹۱ء)

[مرسلہ: صدر خلافت لائبریری کمیٹی، ربوہ]

"وانزلنا الحدید" (۲۶ . ۵۷)

(محمد احمد حامی)

قرآن مجید میں جہاں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مادی نعماء کے نازل کرنے کا ذکر ہے وہاں ان آیات کریمہ کا ترجمہ کرتے وقت بالعموم "نازل کیا" کے کلمہ کو "اتارا" لکھا جاتا ہے لیکن اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اشیاء بہم پہنچائیں، ان سے استفادہ کی تعلیم دی اور ان کے استعمال پر قدرت عطا فرمائی۔ اس طرح مندرجہ بالا آیہ مبارکہ کے اس حصہ کا ترجمہ بھی، "ہم نے لوہا اتارا" درست اور قابل فہم ہے اور اسے پڑھنے سے قاری کے ذہن میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں دوسری "نازل کی گئی" اشیاء مثلاً لباس، مویشی، من و سلویٰ وغیرہ کے معاملہ میں تو معنی و مفہوم عطا کرنے کا ہے مگر لوہے کی نسبت "اتارا" لفظی طور پر بھی صحیح ہے کیونکہ سچ مچ آسمان کی بلندیوں اور فضا کی پہنائیوں میں سے لوہا ماضی میں بھی زمین پر گرتا تھا اور آج بھی گرتا ہے۔

تفصیل اس بیان کی یہ ہے کہ نظام شمسی کے بڑے سیاروں، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری وغیرہ کے علاوہ بے شمار اور بے حساب چھوٹے سیارچے اور مٹی پتھر دھات وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اب بھی خلا میں موجود ہیں اور سیاروں کے درمیان خلا میں کہیں معین مداروں پر مگر اکثر بے ترتیب راستوں پر محو سفر ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی ٹکڑا کسی بڑے جرم مثلاً زمین، چاند یا مریخ مشتری کے قریب سے گزرتا ہے تو کشش ثقل کے تحت اس طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور اس بڑے جرم سے بڑے زور سے جا ٹکراتا ہے۔ یعنی اس پر گر جاتا ہے۔ چاند، مریخ اور مشتری وغیرہ کی سطح پر ان سیارچوں کے گرنے سے جو گڑھے پڑتے ہیں وہ ہماری دور بینوں سے بخوبی نظر آتے ہیں لیکن زمین ایک ایسا سیارہ ہے جس کے گرد ہوا اور بخارات کی ایک دبیز تہہ موجود ہے اور یہ سیارچے جب اس کرہ ہوا یا فضا میں داخل ہوتے ہیں اور زمین کی کشش کے باعث نہایت تیز رفتاری سے سفر کرتے ہیں ہوا مزاحمت کرتی ہے۔ باہم رگڑ سے اتنی زیادہ حرارت پیدا ہوتی ہے کہ اجسام بخارات میں تبدیل ہو کر تحلیل ہونے لگتے ہیں اور ان میں سے بہت کم ہیں جن کا کچھ حصہ بچ کر زمین پر گرتا ہے۔ یہی وہ شہاب ثاقب یا ٹوٹنے والے تارے ہیں جو رات کی تاریکی میں فضا میں روشنی کی لکیریں بناتے ہیں۔ ان میں سے زمین تک پہنچ جانے والے دن میں بھی گرتے ہیں اور رات میں بھی۔

کیمیاوی ترکیب کے لحاظ سے ان میں سے زیادہ تو وہ ہوتے ہیں جن کا بڑا جزو مٹی اور پتھر ہیں لیکن ان میں سے پانچ فیصد کے قریب وہ ہیں جو دھات سے بنے ہوئے ہیں اور ان میں چونکہ لوہے کی مقدار غالب ہوتی ہے اس لئے ان کا نام ہی شہاب آہن ہے۔ ان میں زیادہ تر لوہا، کچھ نکل اور فضائی سفر کے دوران شامل ہو جانے والی کاربن ہوتی ہے۔ اور چونکہ یہ اونچے درجہ حرارت میں پگھل کر یکجان ہو چکے ہوتے ہیں اس لئے یہ بنا بنایا فولاد فضائے بسیط سے زمین پر مسلسل اترتا رہتا ہے۔

لوہا ان کیمیاوی عناصر میں سے ہے جو بہت فعال ہیں اور فوراً اپنے ماحول میں موجود دوسرے عناصر (آکسیجن، کلورین، گندھک) سے مل کر مرکبات کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس لئے اس عنصر کا خالص دھات کی صورت میں زمین پر پایا جانا قریباً ناممکن ہے۔ یہ وجہ ہے کہ جب تک اسے مرکبات سے الگ کرنے کا فن دریافت نہیں ہوا تھا کوئی بھی زمینی لوہے کی موجودگی سے واقف نہیں تھا۔ انسانی تہذیب کا یہ وہ دور تھا جب پتھر اور کانسی کے زمانوں میں گویہ لوہے کے گوناگوں فوائد یا اس بیش قیمت دھات کی وافر مقدار سے بہرہ ور نہیں ہوا تھا مگر "آسمان سے گرنے والے" لوہے اور فولاد سے واقف ضرور تھا۔ آثار قدیمہ کی کھدائی کرنے والوں نے پتھر اور کانسی کے ادوار سے قبل زمانوں کے (قریباً ۳ ہزار سے ۴ ہزار سال قبل مسیح) دفینوں میں لوہے سے بنے ہوئے تعویز، زیورات اور سادہ اوزار ڈھونڈ نکالے ہیں اور کیمیاوی تجزیہ سے ثابت ہوا ہے کہ یہ شہابی لوہے سے بنائے گئے تھے۔

لوہے کے زمانے کا تو کہیں ۲۵۰۰ سال قبل مسیح میں آغاز ہوا ہے جب بابل (اور جنوبی مصر) کی مٹی کے روغنی برتن تپانے والی بھٹیوں میں "سرخ مٹی" لکڑی کے کوئلے اور چونے کے پتھر کی بیک وقت حادثہ موجودگی کے نتیجہ میں بننے والی راکھ میں ایک دھات کے ٹکڑے پائے گئے جسے کوٹا پیٹا گیا تو کانسی سے کہیں زیادہ سخت اور کار آمد چیز مل گئی۔ یہ "سرخ مٹی" لوہے کا ہی تکسیدی مرکب تھی جسے کوئلے کی کاربن اور چونے کے تکسید مخالف اوصاف نے پھر خالص عنصر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس اتفاقی دریافت سے پہلے انسان صرف شہابی لوہے سے واقف تھا۔

آسمان سے اترنے والا لوہا آج بھی زمین پر گرتا ہے اور صدیوں پہلے گرے ہوئے آہنی شہاب آج بھی دریافت ہوتے رہتے ہیں۔ دنیا کے ہر قابل ذکر عجائب گھر میں ان کے چھوٹے بڑے ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے تودوں کو جنگلوں پہاڑوں سے اکٹھا کر شہروں کے چوکوں میدانوں میں سجایا گیا ہے۔ ایسا ہی ایک ۳۱ ٹن وزنی لوہے کا شہاب جس کا نام این ہانیٹو آئرن ہے مشہور سیاح ایڈمرل پیری کو ۱۸۹۴ء میں کیپ یارک، گرین لینڈ میں ملا تھا جسے ۱۸۹۷ء میں نیویارک امریکہ لے جا کر سرراہ نصب کر دیا گیا تھا تاکہ یہ دیکھنے والوں کو "وانزلنا الحدید" کی صداقت پر گواہ بناتا رہے۔ صدق اللہ العظیم۔ وصدق نبیہ الکریم، والصلوٰۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

موصیان کرام سے گزارش

رہائش کی تبدیلی کی وجہ سے اپنے نئے ایڈریس سے مقامی جماعت اور دفتر وصیت کو فوری آگاہ رکھنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے ایسے موصیان جو پاکستان سے بیرون ملک آئے ہیں فوری طور پر دفتر وصیت کو اپنے نئے ایڈریس سے آگاہ کریں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ ربوہ)

طب و صحت

موروثی بیماریاں

بعض ایسی بیماریاں انسانوں میں پائی جاتی ہیں جو موروثی ہوتی ہیں اور نسلاً بعد نسل انسانوں میں چلتی چلی جاتی ہیں۔ ان بیماریوں کے بارہ میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لئے مناسب ہے کہ اپنے والدین اور ان کے والدین کا جس حد تک ممکن ہو بیماریوں کا ریکارڈ تلاش کر کے اپنا ایک خاندانی میڈیکل شجرہ نسب تیار کریں۔ اس طرح نہ صرف آپ اپنی آئندہ نسلوں میں منتقل ہونے والی بیماریوں کے امکانات کا اندازہ لگا سکیں گے بلکہ دنیا بھر کے ان تمام سائنس دانوں کی مدد بھی کریں گے جو اس وقت دو ہزار کے قریب موروثی بیماریوں پر تحقیق کا کام کر رہے ہیں۔

اس طرح کے شجرہ نسب سے جہاں اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم میں یا ہماری آئندہ نسلوں میں کس بیماری کے پائے جانے کے امکانات ہیں وہاں اس بات کے معلوم ہو جانے سے بعض لوگ شدید نفسیاتی خوف کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کو اس بات کا اندازہ ہو کہ اس کے خاندان میں کینسر یا اسی قسم کے بعض زیادہ لاعلاج مرض مثلاً Huntington's وغیرہ عام ہیں اور اس کے اور اس کے بچوں میں اس بیماری کے پائے جانے کے امکانات پچاس فیصد تک ہیں تو وہ ایسے شدید دباؤ میں چلا جاتا ہے کہ بعض کیسز میں خواتین نے صرف امکان کے پیش نظر اولاد حاصل کرنے سے انکار کر دیا اور بعض نے کینسر کے امکان کے پیش نظر جسم کے اعضاء آپریشن کے ذریعہ احتیاطاً ہی نکلوا دئے۔

موروثی بیماری انسان میں Genes کے ذریعہ نسلوں میں منتقل ہوتی ہے۔ ایک انسان میں پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک Genes موجود ہیں۔ اگر بیماری کی Genes ایسی ہو جسے Dominant کہا جاتا ہے تو والدین میں سے صرف ایک میں یہ موجود ہونے کی صورت میں اگلی نسل میں چلی جائے گی لیکن اگر Recessive جین ہو تو جب تک دونوں ماں باپ میں یہ موجود نہ ہو یہ اپنا اظہار نہیں کر سکتی۔ اس طرح بعض اوقات بیماری بہت سی نسلوں میں چلتی چلی جاتی ہے۔ لیکن اس کا اظہار نہ ہونے کی وجہ سے تمام لوگ صحت مند نظر آتے ہیں اور جب کبھی دو افراد کی شادی ہو جو اس قسم کی Recessive جین کے حامل ہوں تو اس صورت میں بچوں میں تقریباً ۲۵ فیصد امکان اس بات کا ہوتا ہے کہ بیماری ظاہر ہو جائے۔

جارج ٹاؤن یونیورسٹی نے اپنی حالیہ ریسرچ میں ایک سروے کیا تو ۸۳ فیصد لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ پیدائش سے قبل یہ ٹیسٹ کروا لینا چاہئے کہ بچہ صحت مند ہو گا یا بیمار۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پیدائش سے قبل علم ہو جائے کہ بچہ بیمار ہے تو پھر کیا کیا جائے؟ کیا اسقاط کروا لیا جائے؟ اس بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اسقاط بہتر ہوتا ہے لیکن بعض کے نزدیک یہ درست نہیں۔ مثلاً ایک خاندان میں Duchenne Muscular Destrophy (D.M.D) کی بیماری موجود تھی۔ اس بیماری میں عضلات آہستہ آہستہ بیکار ہوتے ہیں اور انسان نہایت تکلیف میں ہوتا ہے۔ یہ بیماری عورتوں میں ظاہر نہیں ہوتی لیکن موجود ہوتی ہے اور مردوں میں ظاہر ہوتی ہے (اس قسم کی بیماریوں کو Sex Linked کہتے ہیں۔ مترجم) ایک خاتون نے اپنے بھائی کو اس کی وفات تک ۲۱ سال مسلسل تکلیف میں دیکھا تھا۔ چنانچہ جب اس کا پہلا بچہ ہونے والا ہوا تو اس نے قبل از پیدائش ٹیسٹ سے معلوم کر لیا کہ یہ بچہ اس بیماری کا حامل ہے۔ چنانچہ اس نے اسقاط کروا لیا۔ اس طرح پہلے تین حمل اسقاط کروانے کے بعد چوتھے حمل میں صحت مند بیٹا پیدا ہوا۔

لیکن خود میں یا اپنے بچوں میں بیماری کے موجود ہونے کا علم خوف کا باعث بھی بن جاتا ہے اور بہت سے لوگ لاعلمی کو رحمت سمجھتے ہیں۔ مثلاً ایک خاندان کے آٹھ بہن بھائیوں میں Alzhermer's کا امکان پچاس فیصد تک تھا۔ لیکن سب نے ٹیسٹ کروانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ اگر ہم میں سے نصف صحت مند بھی نکل آئے تو باقی نصف کے بارہ میں اس بات کا علم کہ وہ بیمار ہیں بہت سخت نفسیاتی تکلیف کا موجب ہو گا۔

اس کے دیگر مسائل میں لوگوں کی ذاتی زندگی میں مداخلت بھی ہے اور جن لوگوں میں کسی موروثی بیماری کا امکان ثابت ہو جائے تو انشورنس کمپنیاں اسے تحفظ دینے سے انکار کرنے لگ گئی ہیں۔ مثلاً جارج ٹاؤن یونیورسٹی والے سروے میں ۵۱ ٪ لوگوں کو جزوی یا مکمل ہیلتھ انشورنس مہیا کرنے سے معذرت کر لی گئی۔

(ماخوذ از "لائف" اپریل ۱۹۹۵ء)

(مرسلہ۔ خلافت لائبریری ربوہ)

منتخب اشعار

(از کلام حضرت ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؓ)

ہے آج بے طرح دل غمگیں میں اضطراب
یاد آ رہا ہے وہ رخ گلگوں بری طرح

ان کے رخساروں پہ ہے ایسی پسینہ کی جھلک
صبح دم جیسے گلوں پر ہوتے ہیں شبنم کے بیچ

سب جانتے ہیں حسن کی ناپائیداریاں
چلتا ہے پھر بھی دل پہ یہ افسوں بری طرح

کیا فائدہ کہ تم سے ملوں بزم غیر میں
جاؤں خوشی خوشی سے تو آؤں بری طرح

بن بلائے گھس آتی ہے گھر میں میرے
میری غربت سے ہوئی ہے شب فرقت گستاخ

غنچہ ہو، مہ نو ہو، شفق ہو کہ حنا ہو
تیرے لب گلنار کے یہ سب ہیں تلامیذ
وہ سیب ہوں یا گل ہوں کہ خون دل عاشق
اس سرخی رخسار کے یہ سب ہیں تلامیذ
شبنم ہو کہ نیسان ہو کہ ہو ابر بہاری
اس چشم گہر بار کے یہ سب ہیں تلامیذ

کلام گوہر

الفضل ڈائجسٹ

مرتبہ: محمود احمد ملک

★★بھارت میں کوئمبتور وہ مقام ہے جہاں قریباً ایک سال قبل یعنی نومبر ۹۴ء میں جماعت احمدیہ اور جماعت اہل القرآن و الحدیث (JAQH) کے مابین ایک مناظرہ ہوا تھا جو مسلسل نو دن روزانہ آٹھ گھنٹے جاری رہا۔ اس مناظرہ کی وڈیوز بھی تیار کی گئیں۔ احمدی مناظر محترم محمد عمر صاحب مبلغ انچارج کیرالہ کی مدد کے لئے محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب اور محترم حافظ مظفر احمد صاحب بھی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ مناظرہ وفات مسیح، ختم نبوت اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوعات پر ہوا۔ اس مناظرہ کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نو ماہ کے اندر ۱۲۰ بیعتیں ہوچکی ہیں اور اس مناظرہ کی کیسٹس تبلیغ کا اہم ذریعہ ثابت ہورہی ہیں۔ بیعت کرنے والوں میں JAQH کے صوبائی جنرل سکرٹری اور ان کے کئی ساتھی بھی شامل ہیں، چنانچہ اس تنظیم کے مرکزی مقام میں ایک نئی جماعت کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ ہفت روزہ "بدر" ۲۱ ستمبر میں شائع ہونے والی رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مخالف مناظر مولوی زین العابدین جس کا شیوہ ہی حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف بدزبانی تھا اسے مالی خردبرد اور بعض شرمناک نجی حالات کے باعث شدید خفت اور ذلت برداشت کرنی پڑ رہی ہے اور کچھ عرصہ قبل کئی ممبران نے اس سے علیحدگی اختیار کرکے علیحدہ مدرسہ قائم کرلیا ہے۔

★★تقدیر کیا ہے اور کیا مقدر بدلا جاسکتا ہے؟ کسی انسان کی پیدائش کے وقت ہی اس کی آئندہ زندگی سے متعلق خدا تعالیٰ کو علم ہونا اور پھر بھی انسان کا اعمال کے بجالانے میں آزاد ہونا، دعا کی مدد سے تقدیر کا بدل جانا، تقدیر کی اقسام اور اسی مسئلہ پر کئی مضامین کا احاطہ کرنے والا محترم خالد سیف اللہ صاحب کا تحقیقی مضمون آسٹریلیا سے انگریزی میں شائع ہونے والے ماہنامہ "الھدیٰ" اگست ۹۵ء میں مع حوالہ جات شائع ہوا ہے۔

★★اسی شمارے میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق حضور انور ایدہ اللہ نے آسٹریلیا میں مقبرہ موصیان بنانے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

★★زیورچ سے سوئس زبان میں شائع ہونے والے "احمدیہ گزٹ" ستمبر ۹۵ء میں حضور انور ایدہ اللہ کے بعض خطبات جمعہ کا خلاصہ اور حضور کی جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر افتتاحی تقریر کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ یہ ماہنامہ ۱۹۷۷ء سے محترم شیخ ناصر احمد صاحب کی زیر ادارت شائع ہورہا ہے۔

★★اسی ماہنامہ کے اکتوبر ۹۵ء کے شمارے میں ایک احمدی مسلمان استاد کی تبلیغ کے الزام میں بطور سزا (لورالائی ضلع سے) جبری ضلع بدری اور احمدیوں کی مساجد سے کلمہ طیبہ مٹانے کے بارے میں خبروں کے حوالے سے ان مظالم کی تصویر کشی کی گئی ہے جو اب بھی پاکستان میں جاری ہیں۔ بعض خطبات جمعہ کا خلاصہ بھی دیا گیا ہے۔

★★روزنامہ "الفضل" ۱۰ اکتوبر میں انگریزی اخبار "دی نیوز" ۲۹ ستمبر کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ایک صحافی رحیم اللہ یوسف زئی جو کئی قومی اور بیرونی اخبارات اور بی بی سی کو رپورٹیں ارسال کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں مذہب کی بنیاد پر ہونے والی کئی باتوں کی رپورٹنگ اس لئے آسان نہیں ہے کہ مذہبی جماعتیں رپورٹوں کی مخالفت کرتی ہیں۔ مثلاً ایک احمدی محترم ریاض احمد صاحب کی "شب قدر" کے مقام پر شہادت کے واقعہ کی رپورٹنگ اس لئے مشکل تھی کہ ان دنوں وزیراعظم صاحبہ دورہ امریکہ پر تھیں اور ڈر تھا کہ یہ واقعہ اس دورے کو متاثر نہ کردے۔ کئی اخبارات نے بڑی ڈھٹائی سے واقعہ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ محترم صحافی کا خیال ہے کہ ایسا حکومت کے ایماء پر کیا گیا۔ نیز صحافیوں نے اس واقعہ سے متعلقہ ایک نو احمدی دولت خان سے انٹرویو کئے اور انکے گاؤں متہ خیل بھی گئے لیکن پھر اس داستان کو اخبارات شائع کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ ریاض احمد کو احمدی لکھنے سے بھی گریز کیا گیا اور صرف کافر کے لفظ سے تھوڑی بہت خبر پیش کی گئی۔

★★اسی شمارے میں حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کا ذکر خیر محترم مولانا عبدالمالک صاحب مرحوم کے قلم سے پیش ہوا ہے۔ حضرت سیٹھ صاحب کو دعوت الی اللہ کا بےحد شوق تھا اور وہ اردو اور انگریزی میں تبلیغی مواد جمع کرکے شائع کرواتے رہتے تھے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر جماعت نے یوم دعوت الی اللہ منایا تو کار نشین سیٹھ صاحب اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بس سٹاپ پر چلے گئے اور بسوں میں ایسے لوگوں میں ٹریکٹ تقسیم کرتے رہے جن کے بارے میں اندازہ ہوتا کہ وہ مطالعہ کریں گے۔ اسی طرح ایک پادری سے آپ نے بحث کے دوران کہا کہ کیا پوپ اسے اس امر کی گارنٹی دے سکتا ہے کہ میں عیسائی ہوکر ضرور جنت میں جاؤنگا؟ جبکہ جس وجود پر میں ایمان لایا ہوں اس کے ذریعے مجھے بشارت ملی ہے کہ جو شخص رسالہ الوصیت کی شرائط کو پورا کرے گا وہ جنت میں جائے گا، اس بشارت کی روشنی میں مجھے اپنے جنتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ بات آپ نے اس وثوق اور یقین سے کہی کہ پادری ایک لفظ مزید نہ کہہ سکا۔ "الفضل" ۱۳ اکتوبر کے ایک مختصر مضمون کے مطابق حضرت سیٹھ صاحب نے ۱۹۱۸ء میں چھٹے حصہ کی وصیت کی تھی جسے ۱۹۴۲ء میں بڑھا کر تیسرا حصہ کردیا اور حیدرآباد دکن میں اپنی دو منزلہ بلڈنگ جس میں چار دوکانیں اور ایک ہال تھا، صدر انجمن کے حوالہ کردیا۔

بقیہ: سوال و جواب

الجزاء، ماشاء اللہ ابھی تو میں نے انہیں روک رکھا تھا۔ بہت فصیح و بلیغ اور ہندوستان کے بہت علمی اور معزز خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں اس خاندان کے حوالے کے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی اور اس کی تفصیل اس وقت میں بیان نہیں کر سکتا لیکن میرے ساتھ ان کی خط و کتابت ہے، ان کی پرانی کتب میں ان کے آباؤ اجداد کے جو ذکر ملتے ہیں اس کے حوالے سے میں بتا رہا ہوں کہ ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں اس خاندان نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ذاتی طور پر ان کی عمر کا اکثر حصہ ان سب علماء سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ قرب حاصل کرنے میں گزرا ہے جن کی بھاری اکثریت احمدیت کی مخالف ہے۔ اور اس سب پس منظر کے باوجود جو زندگی کے Formative Years میں انہوں نے احمدیت کے خلاف باتیں سن رکھی تھیں جب ان کے ایک دوست نے ان سے کہا کہ ہمارے مرزا صاحب کا خطبہ آتا ہے وہ بھی سن لو، دیکھ لو تو ان کی فطرت کی اندر کی جو روشنی تھی اس کے مطابق کسی دلیل میں نہیں گئے۔ انہوں نے خطبہ سنا اور کہا دیکھو! میں بتا دیتا ہوں کہ یہ آدمی سچا ہے، یہ جھوٹا نہیں ہے۔ اور پھر محبت بڑھتی گئی۔ مجھے یہ لکھتے رہے کہ اسلام کا اب مجھے پتہ لگا ہے۔ گفت و شنید چلا کرتی تھی مگر اسلام کے معانی اور روح کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ تو یہ ان کی مہربانیاں ہیں، ان کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء دے۔ لیکن جب تک دل میں نور تقویٰ نہ ہو ایسی عظیم انقلابی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی جب کہ فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ سارے ہندوستان کے چوٹی کے علماء میرے ذاتی واقف ہیں اور میں بہت کچھ جانتا ہوں احمدیت کے متعلق۔ اس سب کو ایک طرف پھینک دیا اور نور نظر سے جو مشاہدہ فرمایا اس کو فوقیت دی تو اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء دے اور آپ سب سے میری یہ استدعا ہے کہ قرآن نے ہدایت کی شرط کے لئے تقویٰ کو سب سے اول قرار دیا ہے۔ سورہ بقرہ کی پہلی آیات ہی میں "ھدی للمتقین" بیان کر کے فرما دیا کہ تم جتنا چاہے علم پر ناز کر لو اگر تقویٰ نہیں ہو گا تو یہ کامل کتاب بھی تمہاری ہدایت نہیں کر سکے گی۔ تو اللہ سے یہ دعا مانگیں کہ ہمارا تقویٰ بھی کامل فرمائے اور آپ کا تقویٰ بھی کامل فرمائے۔ پھر جو رستہ بھی خدا کی طرف لے جائے گے ہمیں اکٹھا کر دے گا۔ اس کے بعد میں اجازت چاہتا ہوں۔ السلام علیکم، خدا حافظ۔

سمندر کی تہہ میں ہیروں کی تلاش

قدرت خداوندی کا یہ ایک عجیب تحفہ ہے کہ کوئلہ غیر معمولی دباؤ اور حرارت کے باعث ہیرے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ سائنسی طور پر کوئلہ اور ہیرا کاربن ہی ہیں۔ ہیرے زمانہ قدیم سے اپنی خوبصورتی کے باعث بادشاہوں اور راجوں مہاراجوں کے تاجوں کی زینت بنتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہیروں کے متلاشی صحراؤں اور زمین کی تہوں کو کھود کر انہیں نکالتے رہے ہیں۔

ہیروں کو تلاش کرنے والوں کی نظر اب سمندر پر لگی ہوئی ہے اور یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کھربوں پاؤنڈ مالیت کے ہیرے سمندر کی تہہ میں پڑے ہوئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ انہیں کیونکر نکالا جائے؟ اب اس کے لئے خاص بحری جہاز بنائے گئے ہیں جن کے درمیان ایک بڑی ڈرل (Drill) لگی ہوتی ہے۔ یہ جہاز سمندر میں سیٹلائٹ کے نظام سے رہنمائی لیتے ہوئے ایک خاص مقام پر لنگرانداز ہوتا ہے۔ اس ڈرل کو سمندر میں اتارا جاتا ہے جو سمندر کی تہہ میں سوراخ کرتی ہے اس کے بعد ایک بہت طاقتور مشین کی مدد سے ریت، بجری اور اس میں پڑے ہوئے ہیروں کو جہاز میں Suck کرکے نکالا جاتا ہے۔ جہاز میں ہی ہیروں کو مٹی ریت وغیرہ سے علیحدہ کرنے کا انتظام موجود ہے۔ پھر مختلف اقسام کے ہیروں کو علیحدہ علیحدہ ڈبوں میں بند کرلیا جاتا ہے۔

Continental Fashions

گروس گیراؤ شہر کے عین وسط میں خواتین کی اپنی دوکان جس پر جدید طرز کے دیدہ زیب ملبوسات، ہر رنگ کے دوپٹے، چوڑیاں، بندیا، پازیب، بچوں کے جدید طرز کے گارمنٹس، فیشن جیولری اور کھلا کپڑا مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

آپ کی تشریف آوری کے منتظر

Continental Fashions
Walther rathenau Str. 6
64521 Gross Gerau
Germany
Tel: 06152-39832

مسیحیت۔ ایک سفر حقائق سے فسانہ تک

"مسیحیت کے بنیادی عقائد ہی نظام قدرت کی اصل حقیقتوں سے متصادم ہیں۔ بنابریں وہ معقولیت پسندی اور عقل عمومی پر مبنی انسانی توقعات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس صورت حال کے تناظر میں مسیحیوں کے لئے یہ ناگزیر تھا کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے عقائد کو سنجیدگی سے لینے کی روش اور ان عقائد کے وضع کردہ سانچوں کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کے عزم سے منحرف اور بیگانہ ہوتے چلے جائیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا"

موجودہ عیسائی عقائد کا نہایت ٹھوس، پر مغز، حقیقت پسندانہ عقلی اور منطقی تجزیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی معرکہ آراء تصنیف:

Christianity - A journey from facts to fiction

کا اردو ترجمہ جنوری ۱۹۹۶ء سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے صفحات میں شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔۔۔ (مدیر)

دلچسپ خبریں

مکتوب آسٹریلیا

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

کشتی نوح کی تلاش

کشتی نوح کی تلاش متعدد بار کی جاچکی ہے اور اب ایک بار پھر کی جا رہی ہے۔

فلوریڈا امریکہ کے ایک وکیل پورچر ٹیلر (Porcher L'engle Taylor III) اس تحقیق میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں۔ ان کے شوق کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۱۹۷۳ء میں جب وہ ویسٹ پوائنٹ ملٹری اکیڈمی میں کیڈٹ تھے انہوں نے افواہ سنی کہ CIA کا جاسوسی سیارہ جب روس اور ترکی کی سرحد پر واقع ایک نیوکلیئر میزائیل کی تنصیبات کے فوٹو لے رہا تھا تو اس نے غیرارادی طور پر ایک پہاڑ پر ایک لکڑی کی کشتی کے ڈھانچہ کا بھی فوٹو لیا اس کے بعد برف نے اس کو ڈھانک لیا اور کوئی ٹیم برف کھودنے کے بھاری آلات کے ساتھ اس پہاڑ پر نہیں جاسکی۔ امریکہ نے یہ فوٹو ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کے درمیان لئے تھے اور ان میں سے آٹھ لاکھ فوٹو جو خاص فوجی نوعیت کے نہیں ہیں وہ اگست ۱۹۹۶ء میں ایک خاص مدت پورے ہونے پر عوام کو جاری کئے جاسکیں گے۔ مسٹر ٹیلر اب اس روز کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر فوٹوؤں میں کسی ایسی کشتی کا نشان ملا تو پھر بائبل میں درج تفصیلات کے ساتھ اسکا موازنہ کیا جائے گا۔ بائبل (GENESIS) کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تقریباً ۱۵۰ میٹر لمبی، ۲۴ میٹر چوڑی، تین منزلہ ایک دروازہ اور ایک کھڑکی والی تھی۔ ان کو امید ہے کہ Radio - Carbon Dating کے سائنسی طریق سے اس لکڑی کی عمر معلوم کی جاسکتی ہے کہ کیا وہ تقریباً پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ (کاربن ایٹموں میں وقت کے ساتھ ایک انحطاط آ جاتا ہے جس کی پیمائش کرکے اسکی عمر معلوم کی جاسکتی ہے)۔ نیز ان کا خیال ہے کہ کشتی پر کوئی حیوانی بال یا جلد کا حصہ بھی مل سکتا ہے جسکے DNA TEST کے ذریعہ سے مفید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ عیسائیوں کی دلچسپی کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ وہ اس تحقیق کے ذریعہ بائبل کے بیان کردہ واقعہ کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن کریم نے بھی اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے "اور نوح کی طرف (یہ بھی) وحی کی گئی تھی کہ جو (لوگ) ایمان لاچکے ہیں ان کے سوا تیری قوم میں سے (اب) کوئی (اور شخص تجھ پر) ہرگز ایمان نہیں لائے گا اس لئے جو (کچھ) وہ کر رہے ہیں اس کی وجہ سے تو افسوس نہ کر۔ اور تو ہماری آنکھوں کے (سامنے) اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور جن لوگوں نے ظلم (کا شیوہ اختیار) کیا ہے ان کے متعلق مجھ سے (کوئی) بات نہ کر وہ ضرور (ہی) غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ (یعنی نوح) ہمارے حکم کے مطابق کشتی بناتا چلا جاتا تھا اور جب بھی اسکی قوم میں سے کوئی بڑے لوگوں کی جماعت اس کے پاس سے گذرتی تھی تو وہ اس پر ہنستی تھی (جس پر) اس نے (ان سے) کہا کہ اگر (آج) تم (لوگ) ہم پر ہنستے ہو تو (کل) ہم (بھی) تم پر ہنسیں گے جیسا کہ (آج) تم (ہم پر) ہنستے ہو۔"

پھر طوفان کے عذاب کا ذکر فرمانے کے بعد طوفان کے تھمنے اور کشتی کے ٹھہرنے کا ذکر یوں فرمایا "اس کے بعد (زمین سے بھی) کہہ دیا گیا (کہ) اے زمین تو (اب) اپنے پانی کو نگل جا اور (آسمان سے بھی کہ) اے آسمان (اب) تو (برسنے سے) تھم جا اور پانی کو جذب کردیا گیا اور (یہ) معاملہ ختم کر دیا گیا اور وہ کشتی جودی پر (جاکر) ٹھہر گئی اور کہہ دیا گیا کہ (اے عذاب کے فرشتو) ظالم لوگوں کے لئے ہلاکت مقدر کردو۔" (۱۱: ۳۷-۴۵)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لفظ "جودی" کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں "کہتے ہیں ایک پہاڑ کا نام تھا جو موجودہ تحقیق کے مطابق آرمینیا میں ہے۔"

عورتوں کو چاند اور مریخ پر بھیجنے کا منصوبہ

نیوسائنٹسٹ میگزین کے مطابق عورتیں اپنے مزاج کے اعتبار سے خلا میں سفر کرنے کے لئے مردوں کی نسبت زیادہ موزوں ہیں۔ ابتداء میں خلابازوں کو جسمانی طاقت کی ضرورت تھی اس لئے مرد زیادہ موزوں تھے لیکن اب خلائی جہازوں میں سفر کرنے کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ صبر، حوصلہ، اکیلے پن اور بوریت کا مقابلہ کرنے کی استطاعت، اپنے ساتھی کے جذبات کو صحیح سمجھنے کی صلاحیت اور حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرکے وقت گذارنے کی استعداد کی ضرورت ہے اور تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ خصوصیات مرد کی نسبت عورت میں زیادہ ہوتی ہیں لہٰذا عورتیں بطور خلاباز کے زیادہ موزوں ہیں۔ یہ تحقیق اس مقالہ میں پیش کی گئی ہے جو حال ہی میں International Astronautical Congress کے اجلاس منعقدہ اوسلو میں پیش کیا گیا۔ مریخ کا یکطرفہ سفر ۵۵۰ دن میں طے ہوگا جس میں ان سب حالات سے سابقہ پڑے گا۔

غور سے دیکھا جائے تو یہی وہ صفات ہیں جو عموماً گھریلو عورتوں میں پائی جاتی ہیں اور جن کی وجہ سے ہی شادیاں نبھتی ہیں اور بچے پرورش پاتے ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کو اس کے مناسب حال استعدادیں بخش رکھی ہیں جیسے فرمایا "اعطیٰ کل شیئٍ خلقہ ثم ھدیٰ (۲۰: ۵۱) یعنی ہر مخلوق کو اس نے اس کی ضرورت کے مطابق ظاہری و باطنی استعدادیں بخشی ہیں اور پھر ان کو استعمال کرنے کا طریقہ بھی ان کو ودیعت کیا ہے۔

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London
814th December 1995 - 28th December 1995

Thursday 14th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 51 Part 1
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: Seerat Hadhrat Talaha Bin Obaidullah
2.00	Quran Class - Tarjumatul Quran Class No 104.
3.05	M.T.A Variety: Qûiz Programme from Pakistan, Nasirat ul Ahmadiyya, No. 2
3.30	"Children Corner" - Yassarnal Quran No. 13
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Friday 15th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Hamari Kaenat, No 3
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 51, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Friday Sermon, Live
2.40	Nazm
2.50	Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Qaseedah
4.55	Tomorrow's Programmes.

Saturday 16th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith (English)
12.00	Eurofile: Question Answer Session , 18/11/1995, held in the London mosque.
1.30	MTA News
2.00	Children's Corner: Mulaqat with Huzoor.(English)
3.05	Nazm
3.10	M.T.A Variety: An Interview with Dr. Klaus Kugler, former member of the German Parliment, by Ameer Sahib UK.
3.40	LIQAA MA'AL ARAB
4.40	Qaseedah
4.50	Tomorrow's Programmes.

Sunday 17th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith (English)
12.00	Eurofile: A Letter from London
12.30	Eurofile
1.00	MTA News
1.30	Children's Corner - Lets learn Salat No. 14
2.00	Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.00	Nazm
3.05	M.T.A Sports: Football from Karachi 1st Half
3.30	M.T.A Variety: Programme from Germany
3.40	Qaseedah
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Nazm & Tomorrow's Programmes.

Monday 18th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	M.T.A Variety: Dilbar mera yhi hay
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 52, Part 1
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: "A visit to Spain"
2.00	Natural Cure- Homeopathy lesson No. 132
3.30	M.T.A Variety: Programme from Germany.
3.35	C. C. Hikayat-E-Sheereen
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Qaseedah and Tomorrow's Programmes

Tuesday 19th December

11.30	Tilawat
11.45	Seerat-ul- Nabi (s.a.w)
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 52 Part 2
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Shajar e Phool
2.00	"Natural Cure": Homeopathy Lesson 133
3.05	M.T.A. Variety: "Conversation", by Naseem Mahdi.
3.40	P.E. from Rabwah No. 2
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Qaseedah Tomorrow's Programmes.

Wednesday 20th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-E-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Quiz programme, Lajna Pakistan
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 53 Part 1
1.00	MTA News
1.30	M.T.A Lifestyle. Sewing Class, Perahan
2.00	Quran Class - Tarjumatul Quran 105.
3.05	M.T.A Variety - Islamic Adaab by Imam Ata-ul-Mujeeb Rashid Sahib
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Thursday 21st December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 53 Part 2
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe
2.00	Quran Class - Tarjumatul Quran Class No 106.
3.05	M.T.A Variety: Quiz programme, Nasirat ul Ahmadiyya, Pakistan.
3.30	"Children Corner": Yassarnal Quran No. 14
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Friday 22nd December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Speech by B. A. Rafiq sahib
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 54, Part I
1.00	MTA News
1.30	Friday Sermon, Live
2.40	Nazm
2.50	Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Qaseedah
4.55	Tomorrow's Programmes.

Saturday 23rd December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith (English)
12.00	Eurofile: Question Answer Session, with Russian Friends
1.30	MTA News
2.00	Children's Corner: Mulaqat with Huzoor.(English)
3.05	M.T.A Variety: Fragen inber Islam (German)
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Sunday 24th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith (English)
12.00	Eurofile: A Letter from London
12.30	Eurofile: Question Answer Session, with Russian Friends
1.00	MTA News
1.30	Children's Corner - Lets learn Salat No. 15
2.00	Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.05	M.T.A Variety: Programme from Germany, "The truth of Islam"
3.38	M.T.A Variety: "Frankfurt Bodefare 1995
3.55	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Monday 25th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	M.T.A Variety: Dilbar mera yehi hay
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 54, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: An interview with Shaikh Abdul Qadir
2.00	Natural Cure- Homeopathy lesson No. 134
3.05	M.T.A Variety: Seerat Hadhrat Muslihe Maud r.a.t.a., Maulana Imam Din sahib.
3.35	Children's Corner: Hikayat-e-Sheereen
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Qaseedah and Tomorrow's Programmes

Tuesday 26th December

11.30	Tilawat
11.45	Seerat-ul- Nabi (s.a.w)
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 55 Part 1
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Shajar e Phool
2.00	"Natural Cure": Homeopathy Lesson 135
3.05	M.T.A. Variety: "Conversation", by Naseem Mahdi.
3.35	P.E. from Rabwah No. 3
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Qaseedah Tomorrow's Programmes.

Wednesday 27th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-E-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Durres Sameen
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 55 Part 2
1.00	MTA News
1.30	M.T.A Lifestyle. Sewing Class, Perahan
2.00	Quran Class - Tarjumatul Quran 107.
3.05	M.T.A Variety - Islamic Adaab by Imam Ata-ul-Mujeeb Rashid Sahib
3.35	Children's Corner: Yassarnal Quran No. 15
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Thursday 28th December

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 56 Part I
1.00	M.T.A News
1.30	M.T.A. Sports
2.00	Quran Class - Tarjumatul Quran Class No 108.
3.05	M.T.A Variety: Quiz programme, Nasirat ul Ahmadiyya, Pakistan.
3.30	"Children Corner": Yassarnal Quran No. 16
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice. We welcome viewers' comments about the quality of translation of the programmes. "Learning languages with Huzoor".

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
☎ (0) 181 870 8517
Fax: (0) 181 870 1095
Vol. 2 Friday, December 15, 1995 No. 50

آئرلینڈ میں

★ طلاق پر پابندی ختم
★ تاریخی چرچ اپنی موت آپ مر رہا ہے۔

(ہدایت زمانی۔ لندن)

۲۴ نومبر ۹۵ء کو آئرلینڈ میں طلاق کو قانونی حیثیت دینے کے لئے ریفرنڈم کروایا گیا جس کے نتیجہ میں آئرش حکومت کو گنتی کے ووٹوں سے جیت ہوئی اور اس طرح آئرلینڈ میں طلاق پر ۵۸ سالہ پابندی ختم ہوئی۔

اس ریفرنڈم نے ملک کو دو دھڑوں میں تقسیم کردیا ایک طرف چرچ اور اسکے عہدیدار تھے جو ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ عوام کیتھولک اصولوں کو نہ چھوڑیں اور ایک مرتبہ پھر طلاق پر پابندی کے قانون کو قائم رکھیں۔ دوسری طرف ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں اور سیاستدان سرتوڑ کوشش کررہے تھے کہ چرچ کا یہ اقتدار کسی طرح ختم ہو اور عوام کو طلاق کی صورت میں قانونی حیثیت حاصل ہو اور طلاق شدہ جوڑوں کو اس بات کی آزادی ہو کہ اگر وہ چاہیں تو نئے سرے سے اپنی زندگیوں کا آغاز کرسکیں اور اس طرح ان کے لئے دوبارہ شادی کے امکانات پیدا ہوسکیں۔

اس ریفرنڈم میں حکومت صرف ۹۱۶۳ ووٹوں سے جیتی ہے جبکہ ملک بھر میں ووٹ دہندگان کی کل تعداد ۱۶ء۱ ملین ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شہری آبادی خصوصاً ڈبلن کے علاقہ میں لوگ طلاق پر پابندی ہٹانے کے حق میں تھے جبکہ دیہات کی آبادی کی اکثریت اس پابندی کو قائم رکھنے کے حق میں تھی۔

آج سے ۹ سال پہلے یعنی ۱۹۸۶ء میں بھی اسی موضوع پر ریفرنڈم کرایا گیا تھا مگر اس وقت حکومت کو دو کے مقابلہ میں ایک ووٹ کی نسبت سے شکست ہوئی تھی۔ مگر اس دفعہ باوجودیکہ چرچ نے طلاق پر پابندی کے حق میں پرزور مہم جاری رکھی اور گذشتہ دنوں پوپ نے بھی آئرلینڈ کے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ کیتھولک مذہب سے وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے طلاق پر پابندی قائم رکھنے کو ترجیح دیں مگر اس بار نتیجہ ان کی امیدوں کے خلاف نکلا۔ یاد رہے کہ آئرلینڈ کی ۸۰-٪ آبادی رومن کیتھولک ہے اور چرچ کے ساتھ ہمیشہ ان کے گہرے روابط رہے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ ریفرنڈم آئرلینڈ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اور یقیناً ریفرنڈم کے نتیجہ سے کیتھولک چرچ کی ساکھ کو بھی نقصان ہوا ہے اور لوگوں میں اس کی مقبولیت روز بروز کم ہورہی ہے۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں سے چرچ کئی ایک سکینڈلوں میں ملوث پایا گیا ہے۔ چنانچہ کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا جب گالوے (GALWAY) کے بشپ EAMONN CASEY کی قبیح حرکات لوگوں کے سامنے آئیں۔ اس کے ایک امریکن عورت کے ساتھ معاشقے کے قصے اخباروں کی زینت بنے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنسی تعلقات کے نتیجہ میں ایک لڑکے کی پیدائش بھی ہوئی ہے۔ پھر چرچ کے فنڈز میں غبن کا الزام بھی بشپ پر لگا۔ اس کے علاوہ بشپ BRENDON COMISKEY کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ہر وقت شراب کے نشے میں مدہوش رہتا ہے اور اس نے کئی عورتوں کے ساتھ جنسی تعلقات بھی قائم کر رکھے ہیں۔ راز افشا ہونے پر وہ امریکہ جا کر غائب ہوگیا۔ پھر ابھی تک لوگ LIMERICK کے علاقہ کے بشپ نیومین کے قصے نہیں بھولے جو شراب کے استعمال کی زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوگیا تھا اور ابھی حال ہی میں کئی ایک مقدمات بعض نوجوانوں کی طرف سے پادریوں پر قائم کئے گئے ہیں جن میں پادریوں کی بچوں کے ساتھ جنسی کاروائیاں سامنے آئیں اور بعض اوقات تو بچوں اور ان کے خاندانوں کو بھاری رقوم ادا کرکے انہیں خاموش رہنے پر مجبور کیا گیا۔ ان تمام واقعات سے لازمی تھا کہ چرچ کے خلاف عوام میں جذبات پیدا ہوں۔

چنانچہ ملک کے ایک مشہور سوشیالوجسٹ DAMIAN HANNAN نے کہا ہے کہ چند سالوں سے آئرلینڈ کے نوجوانوں کے رجحان میں ایک خاص تبدیلی واقع ہوئی ہے اور وہ چرچ کی مقرر کردہ اخلاقی قدروں کو اب اخلاقی قدریں نہیں گردانتے اور FATHER ENDA McDONAGH کے قول کے مطابق آئرلینڈ میں تاریخی چرچ اپنی موت آپ مر رہا ہے۔ چنانچہ اس بات کا احساس کیا جا رہا ہے کہ لوگ پہلے کی طرح اب چرچ کی ملازمتوں کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ چرچ کی بہت سی آسامیاں خالی پڑی ہوئی ہیں اور صرف ڈبلن میں ہی چرچ کی خاصی جائداد قابل فروخت ہے۔ پھر دنیا بھی میں جو جنسی بےراہ روی کا سیلاب آیا ہوا ہے اور جس سے خاص طور پر نوجوان متاثر ہیں اس کا اثر آئرلینڈ میں بھی پایا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ملک میں پانچ بچوں میں سے ایک شادی کے بندھن سے آزاد پیدا ہوتا ہے۔ ملک میں منشیات کے استعمال میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ آج سے دو سال پہلے آئرلینڈ میں منشیات کا استعمال سننے میں نہیں آتا تھا مگر اب صرف ڈبلن میں ہی پانچ ہزار کے لگ بھگ منشیات کے عادی افراد پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اس علاقے میں جرائم بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس طرح لوگوں کے مزاج بدل رہے ہیں اور چرچ سے دوری اور مذہب سے بیزاری کا رجحان تقویت پا رہا ہے۔

آئرلینڈ ملکوں کی برادری میں کافی اہمیت رکھتا ہے۔ یورپین ممالک میں جرمنی کو چھوڑ کر آئرلینڈ ہی ایک ایسا ملک ہے جس کی اکانومی کافی مضبوط ہے اور جس کی مصنوعات میں ہر سال ٪۲ء۵ اضافہ ہو رہا ہے مگر مذہبی طور پر زندگی کے ہر شعبہ میں رومن کیتھولک فرقہ کا اثر نمایاں ہے۔ عرصہ دراز تک ملک کے اکثر ادارے چرچ کے کنٹرول میں تھے۔ سکولوں اور ہسپتالوں کی اکثریت سرکاری فنڈز سے چلتے تھے مگر انتظام رومن کیتھولک کی انتظامیہ کے ہاتھ میں تھا۔ ملک کی یونیورسٹیاں خاص طور پر فلاسفی ڈیپارٹمنٹ کے شعبے کیتھولک فرقے کی فلاسفی کو تقویت دیتے تھے۔ مگر ۱۹۶۰ء کے بعد جب نئی تہذیب کا ریلا آیا تو آہستہ آہستہ قدریں بدلنے لگیں اور انتظامات میں تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ اگر کوئی چیز نہیں بدلی تو وہ کیتھولک کنٹرول تھا۔ ملک کے سکول بدستور چرچ کی ملکیت رہے اور ہسپتال میں بھی کیتھولک قوانین چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ہسپتالوں میں حمل کا پتہ چلانے والی مشینوں کی مدد سے SCAN کرنا جرم رہا اور سرکاری ہسپتالوں میں عورتوں کے لئے حمل ساقط کرانے کا انتظام موجود نہیں۔ ان صورتوں میں بھی نہیں جب کہ ماں کی جان کو خطرہ ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہر سال ہزاروں عورتیں برطانیہ کا رخ کرتی رہیں۔

ریفرنڈم کے نتیجہ میں جو نیا قانون بنے گا وہ ان جوڑوں کو طلاق کی اجازت دے گا جو چار سال تک ایک دوسرے سے علیحدہ رہے ہوں۔ مگر اس سے پہلے اسمبلی کو آئین میں تبدیلی لانا ہوگی کیونکہ مروجہ آئین یہ اقرار کرتا ہے کہ آئرلینڈ میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو آئین کے آرٹیکل ۴۱ کو تبدیل کرسکے اور آرٹیکل ۴۱ طلاق کی پابندی کے بارے میں ہے۔

یورپ کے دیگر ممالک میں طلاق کے بارہ میں جو قوانین رائج ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

فرانس: فریقین کی رضامندی ہو تو چھ ماہ میں طلاق واقع ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی فریق راضی نہ ہو تو طلاق واقع ہونے میں چھ سال کی مدت درکار ہوگی مگر طلاق کی وجہ ناجائز تعلقات یا غیرانسانی برتاؤ ہو تو طلاق کسی وقت بھی ہوسکتی ہے۔

اٹلی: علیحدگی کے تین سال بعد طلاق واقع ہو جائیگی۔

سپین: اگر فریقین رضامند ہوں تو علیحدگی کے دو سال بعد طلاق واقع ہوسکتی ہے۔ اگر فریقین رضامند نہ ہوں تو پانچ سال کا عرصہ لگے گا۔ اگر وجہ طلاق ناجائز تعلقات، تشدد یا ایک فریق کا چھوڑ کر چلے جانا ہو تو قانونی طور پر علیحدگی اور طلاق ہوسکتی ہے۔

جرمنی: اگر فریقین باہمی طور پر رضامند ہوں تو ایک سال کے بعد خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ اگر کوئی فریق رضامند نہ ہو تو عدالتیں پانچ سال انتظار کے لئے کہہ سکتی ہیں۔

سویڈن: اگر فریقین رضامند ہوں اور کوئی بچہ ۱۶ سال سے کم عمر کا نہ ہو تو بلا توقف طلاق ہوسکتی ہے وگرنہ ۶ ماہ تک انتظار کرنا ہوگا۔

فن لینڈ: فریقین رضامند ہوں اور چھوٹے بچے نہ ہوں تو فوری طلاق ہوسکتی ہے۔ اگر بچے ہوں تو چھ ماہ کا عرصہ سوچ بچار کے لئے گزارنا ہوگا یا پھر دو سال تک علیحدگی کا ہونا ضروری ہے۔

روس: اگر فریقین رضامند ہوں تو تین ماہ کے عرصہ کے بعد خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی بشرطیکہ جوڑے کے چھوٹے بچے نہ ہوں اور جائداد کا جھگڑا وغیرہ نہ ہو۔ دیگر صورتوں میں جوڑے کو عدالت میں درخواست دینا ہوگی۔

برطانیہ: شادی کے ایک سال کے اندر اندر طلاق کی کوئی کاروائی نہیں ہوسکتی۔ طلاق تین تا چھ ماہ کے اندر اندر لی جاسکتی ہے اگر وجہ طلاق ناجائز تعلقات یا کسی فریق کی طرف سے تشدد اور غیرمناسب رویہ ثابت ہو جائے۔

طلاق دو سال بعد ہوگی اگر ایک فریق چھوڑ کر چلا گیا ہو اور اس کا پتہ نہ لگایا جاسکے یا پھر باہمی رضامندی سے علیحدگی اختیار کی گئی ہو۔ اگر دونوں فریق رضامند نہ ہوسکیں تو یہ مدت پانچ سال تک ہوگی۔

دنیائے مذاہب

اتوار کوئی مقدس دن نہیں ہے

آسٹریلیا (نمائندہ الفضل) سڈنی کا اینگلیکن چرچ چھ سال کی بحث و تمحیص کے بعد بھی فیصلہ نہیں کر سکا کہ کیا اتوار وہی سبت کا دن ہے جس کے بارہ میں بائبل کہتی ہے: Observe the Sabbath and keep it Holy. (EXODUS 20:8-11) یعنی سبت کو مناؤ اور اسے مقدس رکھو۔

چرچ نے چھ سال پہلے ایک کمشن The Sydney Diocesan Doctrine Commission قائم کیا تھا جس میں ذہین ترین افراد شامل کئے گئے تھے جیسے سابق آرچ بشپ ڈونلڈ رابنسن وغیرہ۔ چھ سال کا عرصہ اس فیصلہ کے لئے کافی لمبا عرصہ ہے لیکن اس دوران انہیں کئی دوسرے مسائل کو بھی نبٹنا پڑا مثلاً بائبل میں خدا۔ تذکیر و تانیث اور زبان وغیرہ۔ برسبیل تذکرہ یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ اس کمشن نے خدا کے بارہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ خدا مذکر ہے کیونکہ بائبل ایسا ہی کہتی ہے۔

بہرحال کمشن نے جو رپورٹ دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض ممبران کے نزدیک اتوار عیسائیوں کا سبت دن ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ عہدنامہ جدید میں ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا جس پر اس عقیدہ کی بنیاد رکھی جائے۔ ان کو یقین ہے کہ قسطنطین (CONSTANTINE) کے بعد چوتھی صدی عیسوی میں جاکر اتوار کو سبت دن کے طور پر منانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ ہماری طویل بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ کمشن کوئی ایسی مذہبی بنیاد تلاش نہیں کرسکا جس سے پتہ لگے کہ اتوار عیسائیوں کے اجتماع کا مقررہ دن ہے یا یہ کہ اتوار دنیوی کاموں سے آرام کا دن ہے۔ لہٰذا ہمیں یہی لگتا ہے کہ ہر عیسائی۔ چرچ یا فرقہ بائبل کو خود ہی پڑھیں اور عیسائی عقلمندی اور ذمہ داری کو بروئے کار لاتے ہوئے ان معاملات کا خود ہی فیصلہ کریں”۔

گویا کمشن کے ممبران صرف اس امر پر متفق ہوئے ہیں کہ ہم متفق نہیں ہوسکتے۔ ان بکھیڑوں کو خود ہی طے کرو۔ ہمیں پریشان نہ کرو۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد